The Weekly Badr Qadian

ہفت روزہ بدر قادیان

شمارہ ۴۵

۱۵ شعبان ۱۳۸۸ھ — ۷ نبوت ۱۳۴۷ ہجری شمسی — ۷ نومبر ۱۹۶۸ء

اخبار احمدیہ

قادیان - ۵ نبوت - سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ ۳۱ اخاء کی رپورٹ مظہر ہے کہ حضور انور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔

ربوہ - ۳۱ اخاء حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی طبیعت گزشتہ ایام سردرد کی وجہ سے بہت ناساز رہی۔ نیز گلے میں خراش کی تکلیف بھی ہے۔ احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں بے اندازہ برکت ڈالے۔ آمین۔

قادیان - ۵ نبوت۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع بیگم صاحبہ و عزیز مرزا کلیم احمد سلمہ اللہ تعالیٰ ۳ نبوت کو شاہجہانپور کی احمدیہ صوبائی کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے تھے اور بخیریت وہاں پہنچے تھے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے تحریک جدید کے ۳۵ ویں سال کا اعلان

اور

اشاعتِ اسلام کیلئے سال گزشتہ کی نسبت جماعت سے قریباً ڈیڑھ گنا رقم کا مطالبہ

از جناب وکیل المال صاحب تحریک جدید انجمن احمدیہ قادیان

بدر کی گزشتہ اشاعت کے ذریعہ احباب جماعت کو یہ اطلاع دی جا چکی ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۲۵ اخاء ۱۳۴۷ ہش مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو مسجد مبارک ربوہ میں تحریک جدید دفتر اول کے چونتیسویں، دفتر دوم کے چوبیسویں اور دفتر سوم کے چوتھے سال کے آغاز کا اعلان فرماتے ہوئے اکنافِ عالم میں اشاعتِ اسلام کی خاطر زیادہ سے زیادہ مالی قربانیاں پیش کرنے کے لئے ایک روح پرور خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس سے قبل ایک خطبہ فرمودہ ۱۸ اخاء (اس خطبے کا مکمل متن بدر کی اسی اشاعت میں اندرونی صفحات پر ملاحظہ فرمائیں) میں نظام تحریک جدید کے مالی جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تلقین فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی میراث اور ملکیت ہے اس لئے اس کی راہ میں خرچ کرنا سراسر خیر و برکت کا موجب ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں اموال خرچ نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتا ہے۔ دوسرے جہان میں اس کے گلے میں ایک طوق ڈالا جائے گا جو تمثیلی زبان میں ان اموال کا ہوگا جو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کر کے وہ بچایا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے چونکہ تم اس کے محتاج ہو اور وہ تمہارا محتاج نہیں اس لئے تم اپنی فکر کرو۔ اگر وہ چاہے تو روحانی حیات سے تم کو محروم کر دے اور اس طرح دنیا خلقِ جدید کا ایک نیا نظارہ دیکھے۔

۲۵ اخاء کے خطبہ میں حضور نے تحریک جدید کے ہر سہ دفاتر میں حصہ لینے والے احباب کی مالی قربانیوں کا تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ دفتر دوم اور دفتر سوم کی اوسط قربانیوں کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں حضور نے انصار پر خصوصی ذمہ داری ڈالی اور جماعت سے مطالبہ کیا کہ گزشتہ سال کی نسبت اس سال کم از کم ڈیڑھ گنا رقم تحریک جدید کے لئے مہیا کرے تاکہ ہر آنے والا دن ہم پر جن ذمہ داریوں کا اضافہ کر رہا ہے ہم ان سے بخوبی عہدہ برآ ہو سکیں۔

اگرچہ حضور کا حالیہ خطبہ جس میں حضور نے تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان فرمایا ہے، تاحال ہمیں موصول نہیں ہوا تاہم قادیان اور دیگر جماعتہائے ہندوستان کے احباب کے وعدے موصول ہونے شروع ہو گئے ہیں اور احباب اپنے پیارے امام کی آواز پر لبیک کہنے کا والہانہ طور پر مظاہرہ کر رہے ہیں۔ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں تمام احباب جماعت کو عموماً اور انصار اللہ کو خصوصاً اپنی ذمہ داریوں کی طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ وعدے اور ادائیگی کرکے السابقون الاولون میں شامل ہونے والے افراد کی پہلی فہرست سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دعا کی غرض سے اس ماہ کی ۱۵ تاریخ کو بھجوائی جا رہی ہے۔ امید ہے کہ احباب جلد از جلد اپنے وعدہ جات اور ادائیگی سے دفتر ہذا کو اطلاع دے کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے سب احباب کو سابقت کا مظاہرہ کرنے اور بیش از بیش مالی قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

- آمین -

فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے متعلق

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک ضروری ارشاد

فضلِ عمر فاؤنڈیشن فنڈ کی بابرکت تحریک کا تیسرا سال گزر رہا ہے جس میں وعدوں کی سو فیصد رقم وصول ہو جانی چاہیئے۔ اب تیسرے سال کی پہلی ششماہی بھی گزر چکی ہے مگر ابھی تک اس تحریک میں وعدوں کی قریباً ۱۸ ہزار روپے کی رقم قابل وصول ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا منشاء مبارک یہ ہے کہ ان وعدوں کی وصولی کے لئے ایسی جدوجہد اور کوشش کی جائے کہ مالی سال میں ساری کی ساری موعودہ رقم وصول ہو جائے۔ چنانچہ حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ

"غیر ممالک میں جو ہمارے مبلغ اور عہدیداران ہیں ان کو بار بار جماعت کے سامنے یہ بات لانی چاہیئے کہ فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے اس تیسرے اور آخری سال میں اپنے وعدوں کو پورا کریں اس تحریک میں اگر وہ پیچھے رہ گئے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو یاددہانی نہیں کرائی گئی۔ ذمہ دار عہدیداران یا مبلغ جو بیرونی ملک میں کام کر رہے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ دوستوں کی طرف توجہ کریں۔"

نظارت ہذا کی طرف سے جملہ بقایا دار وعدہ کنندگان کی خدمت میں انفرادی یاددہانیاں ارسال کی جا چکی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حضور اقدس کے منشاء کے مطابق مقامی عہدیداران اور مبلغین صاحبان حلقہ اس تعلق میں اپنی کوششوں کو تیز تر کر دیں تاکہ موجودہ مالی سال کے آخر تک اس بابرکت تحریک کے وعدوں کی سو فیصدی وصولی ممکن ہو سکے۔ امید ہے کہ جملہ بقایا دار احباب اپنے وعدوں کی جلد ادائیگی کرکے فرض شناسی کا ثبوت دیں گے اور عنداللہ ماجور ہوں گے۔

ناظر بیت المال قادیان

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے واما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ بہ نگرانی صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان ۷ ر نبوت ۱۳۴۷ ہش

عادتِ ذکر بھی ڈالو، کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشقِ صنم لب پہ مگر نام نہ ہو

ہماری جماعت کو دیگر اسلامی فرقوں پر اسلامیات میں یہ بھی خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ ہم ایک واجب الاطاعت امام کے ہاتھ پر جمع ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ ایک خدائی جماعت ہے اور اس کا امام خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام یافتہ ہے۔ احباب جماعت کا یہ اجتماع بڑا ہی بابرکت ہے یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ میں اپنی برکات کی طرف جامع اشارہ کیا گیا ہے اور خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ ان فیوض و برکات سے قدم قدم پر مستفید ہو رہی ہے۔

"اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ" کے مطابق ہم میں سے ہر شخص کا یہ ذاتی تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس مبارک وجود کو اس برگزیدہ جماعت کی امامت کے منصب پر فائز فرمایا ہے۔ وہ فی الواقع ایک مضبوط ڈھال کی طرح دشمنوں کے ہر حملہ کے وقت سینہ سپر ہوتا رہا۔ اس لئے جس مبارک وجود کو ہم لوگوں نے اپنی ڈھال بنا لیا اب ہم میں سے ہر ایک کا فرض اولین ہے کہ اس کے جملہ ارشادات کی دل و جان سے اطاعت کریں اور ان کے ہر اشارے کو پوری ہیدا مغزی کے ساتھ سمجھ کر اور دی گئی ہدایات کے مطابق عملدرآمد کرنے کی کوشش کریں۔ ہماری جماعت ایک روحانی اور خالص مذہبی جماعت ہے اس لئے ہر جب کہ ہمارے امام عالی مقام جو بھی احکام دیں گے، اور ارشادات فرمائیں گے وہ ہماری روحانیت اور ہمارے دین ہی کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں گے اس لئے ان احکام کی بجا آوری نہایت ضروری ہے گو یہ احکام کبھی تو مالی تحریکات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور کبھی تعلیمی نوعیت کے ہوتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہماری روحانیت کو بلند کرنے اور ہمارے اندر ایسی خوبیاں پیدا کرنے کے لئے ہوتے ہیں جن کے بغیر روحانی جماعتیں ان مقاصد کو حاصل نہیں کر پاتیں جن کے حصول کے لئے انہیں کھڑا کیا جاتا ہے

بدر کی گزشتہ اشاعت میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک تازہ خطبہ جمعہ شائع ہوا ہے جس میں حضور انور نے احباب جماعت کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی دعا:

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ
رَبِّ فَاحْفَظْنَا وَانْصُرْنَا وَارْحَمْنَا

کثرت کے ساتھ پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ احباب یہ روح پرور خطبہ پڑھ چکے ہوں گے مگر اس کا صرف ایک ہی بار پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ ضرورت ہے اس بات کی کہ حضور کے اس ارشاد کی تعمیل میں احباب اس دعا کا خاص التزام فرمائیں۔ خود بھی اور اپنے بیوی بچوں اور سب تعلق والوں کو یہ بابرکت اور جامع دعا زبانی سکھائیں۔ اور اس کے بعد وقتاً فوقتاً یاد دہانی کرواتے رہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ

جیسا کہ ابھی حدیث نبوی کے حوالہ سے بیان ہوا کہ امام جماعت، جماعت کے لئے بمنزلہ ڈھال ہیں اس لئے نہایت ضروری ہے کہ جملہ افرادِ جماعت ڈھال کے رُخ کو پہچانیں جس طرف ڈھال اپنا رُخ کرے اسی کی اوٹ میں ہو جانے ہی میں جماعت کی سلامتی ہے۔ امام ہمام ہی بہتر جانتے ہیں کہ نازک حالات میں جماعت کے بچاؤ کی کونسی تدبیر زیادہ کارگر ہے اور چونکہ ہماری جماعت کا تمام تر سہارا خدائے بزرگ و برتر ہی کی ذات ہے اس لئے جس انداز میں حضرت امام عالی مقام جماعت کو خدا تعالیٰ کے آستانہ پر جھک جانے کا ارشاد فرماتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کوئی بابرکت اور نتیجہ خیز ذریعہ نہیں۔ بارگاہِ الٰہی میں دردِ دل سے کی جانے والی دعائیں معمولی چیز نہیں۔ یہ وہ تیر ہیں جن کا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا۔

ماہ امان ۱۳۴۷ ہش (مارچ ۱۹۶۸ء) میں حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو کثرت کے ساتھ تسبیح و تحمید اور درود پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی۔ اور اس کے لئے ہر عمر کے احمدی کے لئے الگ الگ مقررہ تعداد میں کم سے کم روزانہ التزام کے ساتھ اس کا ورد کرنے کا ارشاد فرمایا تھا۔ امید ہے کہ احباب جماعت اس پر بھی عملدرآمد کر رہے ہوں گے۔ اور اس کے برکات سے انفرادی اور اجتماعی طور پر مستفیض ہو رہے ہوں گے۔ اس ورد کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر اس الہامی دعا کا التزام بھی بڑا ہی بابرکت ہے۔ حقیقت یہی ہے جس کا خلاصہ اس شعر میں بڑے ہی جامع انداز میں بیان کر دیا گیا ہے جسے ہم نے آج کے نوٹ کے لئے بطور عنوان منتخب کیا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی پیارے الفاظ میں مدلل طریق پر ذکر الٰہی کی ضرورت اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جب ایک مومن کو خدا تعالیٰ کی ذات سے سب سے زیادہ محبت کا دعویٰ ہے تو پھر اسی کے مطابق ذکر الٰہی کی طرف بھی تو توجہ ہونی چاہیئے حضرت مصلح موعودؓ کے اس شعر میں گویا بڑے ہی لطیف پیرایہ میں اس حدیث نبوی کا ترجمہ کیا گیا ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا:-

"اِذَا اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ"

یعنی جس چیز کو انسان زیادہ محبوب جانتا ہے تو اس کا ذکر بھی کثرت سے کرتا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ خدا کی ذات سے بڑھ کر مومنوں کو اور کوئی ہستی زیادہ پیاری اور محبوب نہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ

اور اسی عشقِ الٰہی اور محبتِ خداوندی کا نتیجہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کَانَ یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْ اَحْیَانِہٖ کہ آپ ہمہ اوقات ذکر الٰہی میں ہی لگے رہتے تھے! یہ تھا حبیبِ خدا کی محبت کا والہ رنگ جس میں آج بھی مومنین کو رنگین ہونے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔

بہرحال ہم اس وقت حضرت امام ہمام کی سابقہ تحریک تسبیح و تحمید اور درود شریف کے باقاعدہ ورد کی یاددہانی کے ساتھ ساتھ حضور کی تازہ ہدایات حضور انور ہی کے الفاظ میں پھر نقل کر دیتے ہیں تا احباب ان سب کا التزام کر سکیں۔ حضور نے مذکورۃ الصدر دعا کے ذکر میں فرمایا:-

"یہ دعا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً سکھائی گئی اور آپ نے فرمایا کہ یہ اسم اعظم ہے۔ کیونکہ اس میں ربوبیت تامہ اور سچی توحید کو بیان کرنے اور اس کا اقرار کرنے کے بعد انسان دعا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور تین بنیادی چیزیں اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے

(۱) ایک اس کی حفاظت
(۲) ایک اس کی نصرت۔ اور
(۳) ایک اس کی رحمت

اور جو شخص اپنے رب کی ربوبیت کا عرفان رکھتا ہو اور اپنے خادم اور عاشق ہونے کا احساس رکھتا ہو۔ اس کے دل میں ایک تڑپ اور ایک آگ ہوتی (باقی صفحہ ۱۲ پر)

جوانی کا زمانہ کام کرنے کا زمانہ ہے

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"بوڑھوں کا دنیا میں موجود ہونا جوانوں کے لئے عبرت کا مقام ہے مگر انسان کے دل پر اس قسم کا حجاب پڑا ہوا ہے کہ وہ باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتا اور باوجود سننے کے نہیں سنتا۔ ورنہ اسی قسم کے نظاروں کو دیکھ کر وہ اپنے جوانی کے ایام میں خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کرے۔ پس سوچنا چاہیئے کہ یہ تین زمانے بچپن جوانی پیرانہ سالی کے انسان پر گزرتے ہیں۔ اور ان میں کس قدر مشکلات اس کے لئے ہوتی ہیں۔ دو زمانے یعنی بچپن اور بڑھاپا تو خود ہی نکمے اور ردی ہیں۔ ان میں انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں درمیان کا زمانہ یعنی جوانی کا زمانہ کچھ ہے۔ جس میں انسان آخرت کی پونجی بنا سکتا ہے۔ اسی واسطے اگر یہ زمانہ جوانی کا بڑی احتیاط اور ہوشیاری سے بسر کیا جاوے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہو سکتی ہے کہ خاتمہ بالخیر ہو جاوے گا کیونکہ ابتدائی زمانہ تو بے خبری اور غفلت کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا مواخذہ نہ کرے گا۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا اسی طرح ہر شخص بوڑھے آدمی کو دیکھ کر سمجھ سکتا ہے کہ وہ کیا از خود رفتگی کا زمانہ ہے۔ اس لئے ان لوگوں پر خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہوتا ہے جو جوانی میں اس زمانے یعنی بڑھاپے کے لئے سعی کرتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ پیری میں ان کے لئے وہی تقویٰ اور خدا کی بندگی لکھی جاتی ہے۔ غرض آخر وہی ایک زمانہ جو جوانی کے جذبات اور نفس امارہ کی شوخیوں کا زمانہ ہے۔ کچھ کام کرنے کا زمانہ رہ جاتا ہے"

(تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۰۴ء)

خطبہ جمعہ

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہی میراث اور ملکیت ہے اِسلئے اُس کی راہ میں خرچ کرنا سراسر خیر و برکت کا موجب ہے

چندہ تحریکِ جدید اور چندہ وقفِ جدید کی طرف دوستوں کو خاص طور پر متوجہ ہونا چاہیئے

اگر ہم ان کی طرف پوری توجہ نہ دیں گے تو اِسلام اور سلسلہ کی بڑھتی ہوئی ضرورتیں کیسے پُوری ہوں گی

اپنے بچّوں کی ایسی تربیت کرو کہ وہ چندہ وقفِ جدید کا سارا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھا لیں

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۸ ر اخاء ۱۳۴۷ ہش بمقام مسجد مبارک ربوہ

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت فرمائی

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا آتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۔ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ

(آل عمران آیت ۱۸۱-۱۸۲)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

(فاطر آیت ۱۶ تا ۱۸)

اس کے بعد فرمایا :-

اللہ تعالیٰ ان آیات میں فرماتا ہے

دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں سب کچھ دیتا ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی اس دین میں سے مالی قربانیاں پیش نہیں کرتے بلکہ بخل سے کام لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا اپنے اموال کو خدا کی راہ میں خرچ نہ کرنا دنیوی فوائد پر منتج ہوگا۔ اور اسی میں ان کی بھلائی ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال کو خرچ کریں گے تو انہیں نقصان ہوگا۔ ان کا خدا کی راہ میں اپنے اموال کو خرچ کرنا ان کے لئے خیر کا موجب نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ خیال درست نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ (شَرٌّ لَّهُمْ) ایسا کرنا ان کے لئے بہتر نہیں بلکہ ان کے لئے ہلاکت اور برائی کا باعث بنے گا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو وہ مول لینے والے ہوں گے۔ اس بخل کے دو قسم کے نتائج نکلیں گے ایک اس دنیا میں اور ایک اُس دنیا میں۔ جو شخص بخل سے کام لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس کی راہ میں اپنے اموال کو خرچ نہیں کرتا وہ اس دنیا میں جہنم میں پھینکا جائے گا۔ اور وہاں اسے ایک نشان دیا جائے گا جس سے سارے جہنمی سمجھ لیں گے کہ وہ اس لئے اس جہنم میں آیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال خرچ نہیں کرتا تھا۔ سَيُطَوَّقُوْنَ ان کے گلے میں ایک طوق ڈالا جائے گا اور وہ طوق تمثیلی زبان میں ان اموال کا ہوگا جو اس دنیا میں خدا کی راہ میں خرچ نہ کر کے وہ بچایا کرتے تھے۔ اور اس طوق کی وجہ سے ہر وہ شخص جو جہنم میں پھینکا جائے گا جان لے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں کہا گیا تھا کہ اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے اور خدا کو راضی کرنے کے لئے

اپنے اموال اس کے سامنے پیش کرو

مگر انہوں نے اس کی آواز نہ سُنی اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک نہ کہا اور دنیا کے اموال کو آخروی بھلائی پر ترجیح دی۔ اور نتیجہ اس کا یہ ہے کہ آج یہ جہنم میں ہیں اور ذلت کا عذاب انہیں دیا جا رہا ہے۔ جہنم کے عذاب میں تو سارے شریک ہیں لیکن یہ طوق بتا رہا ہوگا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اموال کی تو حفاظت کیا کرتے تھے لیکن اپنی جانوں کی حفاظت نہیں کیا کرتے تھے۔ اپنی ارواح کی حفاظت نہیں کیا کرتے تھے۔

ایک نتیجہ اس بخل کا اس دنیا میں نکلے گا اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ آسمانوں اور زمین کی ہر شے اللہ کی میراث ہے۔ اور میراث کے ایک معنے لغت نے یہ بھی کئے ہیں کہ ایسی چیز جو بغیر کسی تکلیف کے حاصل ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ جو خالق ہے رب ہے اور جس کی قدرت میں اور طاقت میں ہر چیز ہے۔ جس کے کُنْ کہنے سے ساری خلق معرضِ وجود میں آئی ہے۔ کسی چیز کے پیدا کرنے یا اس کے حاصل کرنے میں اسے کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی۔ اور جب ہر چیز اللہ ہی کی میراث اور ملکیت ہے تو جو شخص بھی اللہ کو ناراض کرے گا وہ اس دنیا میں اموال کی برکت سے محروم ہو جائے گا یا کوئی اور دکھ اس کو پہنچایا جائے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک مثال دی

اور وہ یہود کی مثال ہے کہ جب مسلمانوں کو یہ کہا جاتا ہے کہ خدا کی راہ میں اپنے اموال کو خرچ کرو تو یہودیوں سے بعض کہتے ہیں کہ اچھا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ ہوا فقیر اور ہم ہوئے بڑے امیر۔ ہمارے اموال کی خدا کو ضرورت پڑ گئی ہے اس لئے وہ ہم سے مانگ رہا ہے اسی پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا۔ چونکہ بخل کے ساتھ ذاتِ باری کا استہزاء بھی شامل ہو گیا ہے اس لئے انہیں عذابِ حریق یعنی ایک جلن والا عذاب دیا جائے گا اور ان لوگوں کو

منظوم کلام — حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عِلاماتُ المقرّبین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب!
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب؟
اسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

جنہوں نے اس قسم کے فقرے مسلمانوں کو ورغلانے اور بہکانے کے لئے کہے تھے اسی دنیا میں جلن کا عذاب شروع ہو گیا تھا۔ اسلام ترقی کرتا چلا گیا۔ اور وہ لوگ جو غریب تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانیوں کو قبول کرتے ہوئے ساری دنیا کے اموال ان کے قدموں پر لا رکھے۔ اور جو مخالف بھی خدا تعالیٰ کے ان فضلوں اور انعاموں کو دیکھتا تھا وہ اس بات کا مشاہدہ کرتا تھا کہ سچا ہے وہ جس نے یہ کہا تھا کہ لِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور جو شخص مخالفت کو چھوڑنے کے لئے بھی تیار نہیں تھا اس کے دل میں ایک جلن پیدا ہوتی تھی۔ یہ دیکھ کر کہ یہ لوگ غریب تھے، ہمارے محتاج تھے ہم ہی ان کی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ اور ہمارے بغیر ان کی ضرورتیں پوری نہیں ہو سکتی تھیں (ان دنوں جو یہود و عرب ہی آباد تھے وہ سودوں کو قرض دیا کرتے تھے)۔ غرض ان کے دلوں میں یہ دیکھ کر جلن پیدا ہوتی تھی کہ یہ بہت تھوڑے عرصہ میں یعنی چند سال کے اندر اندر اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانیوں کو قبول کر کے اس قسم کے نتائج نکالے ہیں کہ ساری دنیا کی دولت ان کے قدموں پر لا ڈالی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو مضامین بیان کئے ہیں وہ ایک دوسرے کی تائید کرتے اور دوسرے مضامین کے لئے دلائل مہیا کرتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ سورۂ فاطر میں اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کے خیالات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ سچ تو یہ ہے کہ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ۔

تم خدا کے فضلوں کے حاجتمند ہو

تم اس احتیاج کا احساس پیدا کر لو۔ تم یہ سمجھ لو کہ دنیا کی کوئی نعمت اور کوئی اخروی نعمت تمہیں اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ نہ کرے کیونکہ اس دنیا کی ملکیت بھی اس کے قبضہ میں ہے اور اس دنیا کی نعمتیں بھی اس کے ارادہ اور منشاء کے بغیر کسی کو مل نہیں سکتیں۔ تمہیں (جیسا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے) جوتی کا ایک تسمہ بھی اس وقت تک نہیں مل سکتا جب تک خدا تعالیٰ کا منشاء نہ ہو۔ ہر چیز میں ہر وقت اور ہر آن تم محتاج ہو۔ تمہارے اندر اپنے رب کی احتیاج ہے۔ خدا تمہارا محتاج نہیں خدا تعالیٰ تو غنی ہے۔ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ۔ حقیقی غنا اسی کی ذات میں ہے۔ کوئی اور ہستی ایسی نہیں جس کی طرف ہم حقیقی غنا کو منسوب کر سکیں اور کہہ سکیں کہ اس کے اندر غنا پائی جاتی ہے اور وہ غنی ہے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نیک بندہ صفاتِ باری کا مظہر بنتے ہوئے غنا کی صفت بھی اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق اپنے رب سے پائے۔ پھر وہ ایک معنی میں غنی بھی بن جاتا ہے۔ ایک معنی میں وہ ربوبیت بھی کرتا ہے۔ اور رحمانیت کے جلوے بھی دکھاتا ہے۔ رحیمیت کے جلوے بھی دکھاتا ہے۔ وہ معاف بھی کرتا ہے اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے جلوے بھی دکھاتا ہے لیکن یہ سب نسبتی اور طفیلی چیزیں ہیں۔ انسان اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اور اس کی دی ہوئی توفیق سے

صفاتِ باری کا مظہر

بنتا ہے اگر خدا کا سہارا نہ ہو تو پھر خدا تعالیٰ کی صفات کا کون مظہر بن سکے۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ خود اپنا سہارا دیتا ہے اور اپنے فضل سے نوازتا ہے تو انسان اس کی صفاتِ کاملہ کا محدود دائرہ میں اور طفیلی طور پر مظہر بھی بنتا ہے اور اپنی استعداد کے مطابق بنتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْغَنِيُّ یعنی کامل غنا والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اور وہ غنی ہونے کے لحاظ سے تمہارا محتاج نہیں۔ اور اَلْغَنِيُّ کے اندر یہ مفہوم بھی آ گیا (جس کو پہلے فقرہ میں کھول کر بیان کیا گیا تھا) کہ تم میں سے ہر ایک کو اس کی احتیاج ہے تم زندہ نہیں رہ سکتے جب تک حیّ خدا

تمہاری زندگی کی ضرورت کو پورا کرنے والا

نہ ہو۔ اور اپنی حیاتِ کاملہ سے تمہیں ایک عارضی زندگی نہ عطا کرے۔ تمہاری استعدادیں اور توفیقیں قائم نہیں رہ سکتیں جب تک کہ خدائے قیوم کا تمہیں سہارا نہ ملے سب تعریفوں کی مالک اللہ کی ذات ہے اس لئے وہ تمہاری احتیاجوں کو پورا کرتا ہے۔ اور تمہارے دل سے یہ آواز نکلتی ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے چونکہ تم اس کے محتاج ہو اور وہ تمہارا محتاج نہیں اس لئے تم اپنی فکر کرو اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اگر وہ چاہے تو روحانی حیات سے تمہیں محروم کر دے وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ۔ اور ایک ایسی قوم پیدا کر دے جو اپنے آپ کو اس کے لئے فنا کر دے اور اس میں ہو کر ایک نئی زندگی پائے۔

خلقِ جدید کا ایک نظارہ

دنیا دیکھے گی اور پھر وہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ جیسا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے فنافی الرسول اور فنافی اللہ کے نتیجہ میں ایک نئی زندگی پائی اور ان کی خلقِ جدید ہوئی یہودیوں کے برعکس ان کا یہ حال تھا کہ ایک موقعہ پر ایک جنگ کی تیاری کے لئے بہت سے اموال کی ضرورت تھی۔ اور ان دنوں کچھ مالی تنگی بھی تھی اور دنیا ایسی ہی ہے کبھی فراخی کے دن ہوتے ہیں اور کبھی تنگی کے دن ہوتے ہیں اس موقع پر بھی تنگی کے ایام تھے۔ اور جنگی ضرورت تھی۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کے سامنے ضرورتِ حقہ کو رکھا اور مالی قربانیاں پیش کرنے کی انہیں تلقین کی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو اپنا سارا مال لے کر آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا نصف مال لے کر آ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میری یہ پیشکش قبول کر لی جائے کہ میں دس ہزار صحابہؓ کا پورا خرچ برداشت کروں گا۔ اور اس کے علاوہ آپؓ نے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے دئے۔ اسی طرح تمام مخلص صحابہؓ نے اپنی اپنی توفیق اور استعداد کے مطابق مالی قربانیاں پیش کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بہترین نتائج نکالے

ایک موقعہ پر

ایک نومسلم قبیلہ

ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گیا اور ان کو آباد کرنے کا سوال تھا۔ وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر آئے ہوئے تھے کیونکہ ان دنوں وہاں مخالفت بہت زیادہ تھی جیسے کہ کبھی کبھی ہر زمانہ میں اسلام کے خلاف ہر ملک میں مخالفت پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اور مومن ان مخالفتوں کی پرواہ نہیں کیا کرتے کیونکہ ان کا بھروسہ اللہ پر ہوتا ہے۔ دنیوی سامانوں پر نہیں ہوتا بہر حال ایک قبیلہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آیا تو ان کے آباد کرنے کے لئے مالی ضرورت تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو مالی قربانیاں پیش کرنے کی تلقین کی۔ آپ کی اس اپیل کے نتیجہ میں ہر شخص نے یہ سوچا کہ میرے پاس جو چیز زائد اور فاضل ہے وہ میں لا کر پیش کر دوں لیکن "فاضل" کے معنی انہوں نے وہی کئے تھے جو ایک مومن کیا کرتا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ ہمارے پاس دو درجن کوٹ ہونے چاہئیں اور پچاس قمیصیں ہونی چاہئیں۔ اور ایک دو پھٹی پرانی قمیصیں جو بیکار پڑی ہیں اور استعمال میں نہیں آتیں وہ لا کر دے دینی چاہئیں بلکہ ان میں سے اگر کسی کے پاس کپڑوں کے دو جوڑے تھے تو اس نے کہا میں ایک جوڑے میں گزارہ کر سکتا ہوں دوسرا جوڑا زائد ہے۔ چنانچہ اس نے وہ جوڑا پیش کر دیا۔ ایک صحابی کے پاس کچھ سونا تھا۔ انہوں نے یہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا یہ عمدہ موقع ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ضرورت ہمارے سامنے رکھی ہے۔ اور ہمیں تلقین فرمائی ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال خرچ کریں چنانچہ وہ اشرفیوں کا ایک بورا (جو وہ اچھی طرح اٹھا بھی نہیں سکتے تھے) لے آئے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور اس طرح غلہ، کپڑوں اور روپے کے ڈھیر لگ گئے۔ اور خدا تعالیٰ نے مومنوں کے اس ایثار کے نتیجہ میں ایک پورے قبیلے کی جائز ضرورتوں کو پورا کرنے کے سامان کر دئے۔

ان دو واقعات کے بیان کرنے سے اس وقت میری یہ غرض نہیں کہ میں یہ بتاؤں کہ صحابۂ کرام کس قسم کی قربانیاں کیا کرتے تھے بلکہ

میری غرض یہ بتانا ہے

کہ ان قربانیوں کے پیچھے جس روح کا صحابۂ کرامؓ نے مظاہرہ کیا تھا وہ کیا تھی۔ تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ اور ان مثالوں سے صاف ظاہر ہے کہ ان قربانیوں کے پیچھے جو روح تھی وہ یہ تھی کہ نَحْنُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور اَللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔ اللہ کو کسی کی احتیاج نہیں۔ تمام تعریفوں کا وہ مالک ہے۔ ہمیں اپنی دنیوی اور اخروی ضرورتوں کے لئے یہ قربانیاں دینی چاہئیں اور دنیوی اور اخروی انعاموں کے حصول کے لئے ان قربانیوں کا پیش کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔

ان مثالوں سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہوتی ہے کہ

صحابہؓ کے اندر جو روح تھی

وہ یہ تھی کہ وہ اَلْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ہیں۔ منافق ہر جگہ ہوتے ہیں۔ اس وقت میں ان کی بات نہیں کر رہا۔ ان میں سے جو مخلص اور ایثار پیشہ تھے اور بھاری اکثریت انہی لوگوں کی تھی۔ ان کی زبان پر یہودیوں کی طرح یہ نہیں آتا تھا کہ اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ بلکہ ان کی زبان پر یہ تھا، ان کے دل میں یہ احساس تھا اور ان کی روح میں یہ تڑپ تھی کہ وہ اَلْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ہیں۔ نہ ان کی کوئی دنیوی ضرورت پوری ہو سکتی ہے اور نہ روحانی جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی ضرورت کو پورا نہ کرے۔ غرض جب سے ہم نے ہر شئے کو حاصل کرنا ہے۔ اس کی رضا کے حصول کے لئے پانچ روپیہ یا پانچ لاکھ روپیہ قربان نہیں کیا جا سکتا؟ میں نے صحابہؓ کرام کی ایک مثال دی ہے کہ جس کے پاس دو جوڑے کپڑے تھے اس نے ایک جوڑا کپڑے پیش کر دئے۔ تفصیل تو نہیں ملتی لیکن یہ امکان ہے کہ ان میں سے

کسی کو اس قربانی کی توفیق ملی ہو اور اس کے بعد مثلاً وہ فوت ہو گیا ہو اور مزید قربانی کا اسے موقعہ نہ ملا ہو۔ اسے تو اس قسم کی کے نتیجہ میں اخروی انعامات مل گئے لیکن اس کی اولاد کو اس ایک جوڑے کے پیش کرنے کے نتیجہ میں اتنے اموال دئے گئے کہ اگر وہ چاہتے تو اس قسم کے ایک ہزار جوڑے بنا لیتے۔ پس ہم خدا تعالیٰ کے محتاج ہیں ہم فقیر ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمارا محتاج نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بڑی پیاری بات کہی ہے

جو قرآن کریم نے بھی نقل کی ہے اور وہ یہ ہے

رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ

کہ ہر چیز کی مجھے احتیاج ہے جو بھلائی بھی تیری طرف سے آئے میں اس کا محتاج ہوں۔ میں اسے اپنے زور سے حاصل نہیں کر سکتا جب تک تو مجھے نہ دے وہ مجھے نہیں مل سکتی۔ غرض حقیقی خیر چاہے دنیوی ہو یا اخروی وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں ملا کرتی۔ ویسے اللہ تعالیٰ کتوں کو بھی بھوکا نہیں مار رہا۔ سؤر بھی اس کی بعض صفات کے جلوے دیکھتے ہیں ان کو بھی خوراک مل رہی ہے۔ اور ان کی (مثلاً بیماریوں سے) حفاظت بھی ہو رہی ہے۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کسی زمانہ میں وبا کے طور پر اس قسم کے جانوروں کو ہلاک کر دے جس طرح وہ بعض دفعہ انسان کی بعض گنہگار نسلوں کو فنا کر دیتا ہے لیکن جو سلوک ان جانوروں سے ہو رہا ہے وہ اس سلوک سے بڑا مختلف ہے جو انسان سے ہو رہا ہے اور جو سلوک ایک کتے سے ہو رہا ہے جو سلوک ایک سؤر سے ہو رہا ہے۔ جو ایک گھوڑے یا بیل یا پرندوں سے ہو رہا ہے اس کے مقابلہ میں جو سلوک ایک انسان سے ہو رہا ہے اس کو ہم خیر کہہ سکتے ہیں۔ باقی عام سلوک ہے۔ گو ایک لحاظ سے وہ بھی خیر ہے۔ لیکن صحیح اور حقیقی معنوں میں وہ خیر نہیں۔ اور

انسان خیر کا محتاج ہے

اگر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر نہ ملے بلکہ اس سے عام سلوک ہو تو اس دنیا میں بھوک کیسے دور ہو گی۔ یا مثلاً اس دنیا میں سورج کی تپش ہے اگر اسے ایک چھوٹا یا بڑا مکان مل گیا تو وہ اس تپش سے محفوظ ہو جائے گا۔ لیکن اس دنیا میں جہنم کی آگ سے اسے کون بچائے گا۔ اس دنیا میں اسے کوئی بیماری ہو گئی تو کسی حکیم نے اسے روپیہ کی دوائی دے دی اور اس سے آرام آگیا۔ یہ درست ہے۔ لیکن اس دنیا میں جہنم میں جو بیماری ظاہر ہو گی جسم میں پیپ پڑی ہوئی ہو گی۔ کسی کو کوڑھ ہوا ہوگا۔ کسی کو فالج ہوگا اور کسی کو پتہ نہیں کونسی بیماری ہو۔ روحانی طور پر جو اس کی یہاں حالت تھی وہ وہاں ظاہر ہو رہی ہو گی۔ وہاں کون ڈاکٹر اس کے علاج کے لئے آئے گا۔

پس انسان کو ہر کام کے لئے اللہ تعالیٰ کی احتیاج ہے۔ اور ہمیں ہر قسم کی قربانیاں اس کی راہ میں دینی چاہئیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ پر (مجھ پر بھی اور آپ پر بھی) بڑا فضل کیا ہے اور ہمیں توفیق عطا کی ہے کہ ہم اس کے مسیح موعود پر ایمان لائیں اور اس کی راہ میں اس نیت سے قربانیاں دیں کہ اس کی رضا ہمیں حاصل ہو اور دنیا میں اسلام غالب آ جائے۔ اس وقت غلبۂ اسلام کے رستہ میں جتنی ضرورتیں بھی پیش آتی ہیں وہ آپ لوگوں نے ہی پوری کرنی ہیں۔ اگر آپ ان ضرورتوں کو پورا نہیں کریں گے تو کھڑے ہو کر یہ تقریریں کرنا کہ اسلام کا غلبہ مقدر ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے گا کہ ہمارے ذریعہ سے اسلام غالب آئے ایک بے معنی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں اسلام کو غالب تو کرے گا لیکن اگر ہم بحیثیت جماعت خلق جدید کے مستحق نہیں ٹھہریں گے تو دنیا میں کسی اور قوم میں خلق جدید کا نظارہ نظر آئے گا۔ اسلام تو بہر حال غالب آئے گا لیکن کیوں نہ وہ ہمارے ہاتھ سے غالب آئے کیوں غیر، اللہ کے فضلوں کے وارث بنیں۔ اور ہم محروم رہ جائیں

ہمیں کوشش کرنی چاہئیے

کہ ہم بھی اور ہمارے بعد میں آنے والی نسلیں بھی اور وہ لوگ بھی جو ہمارے ساتھ بعد میں آکر شامل ہوں گے سارے ہی خدا کے فضلوں کے وارث بنیں۔ اور اس کے انعامات کے مستحق ٹھہریں۔ پس بخل کو دل سے نکال دینا چاہئیے۔ اور اس یقین کامل کے ساتھ نکال دینا چاہئیے کہ خدا کی راہ میں بخل دکھانا جہنم کو مول لینا ہے۔ اور اس سے زیادہ شر اور کوئی نہیں ہے۔ غرض اگر ہم خیر چاہتے ہیں تو ہمیں دل سے بخل نکالنا پڑے گا اور خدا تعالیٰ کے در پر کھڑے ہو کر یہ کہنا پڑے گا کہ اے خدا سب کچھ تو نے ہی ہمیں دیا ہے ہم سے جتنا تو چاہتا ہے لے لے۔ ہم جانتے ہیں کہ زمین و آسمان کی میراث تیری ہی ہے۔ سب کچھ تیرا ہے تو ہمارا امتحان لیتا ہے آزماتا ہے اور تو ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم ان چیزوں کو جو تیرے فضل نے ہمیں دی ہیں تیرے حضور ساری (اگر ساری کی ساری دینے کا حکم ہو) یا کچھ (اگر کچھ دینے کا حکم ہو) پیش کر دیں۔ سو ہم یہ چیزیں اس یقین پر اور اس دعا کے ساتھ پیش کر رہے ہیں کہ تو ہم پر رحم کرے اور اپنی دینی اور دنیوی نعمتوں سے ہمیں نوازے۔ اور اس دنیا میں بھی تیری رضا کی نظر ہم پر رہے اور اُس دنیا میں بھی ہم تیری رضا حاصل کرنے والے ہوں۔

اس وقت میں احباب جماعت کو

دو چندوں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں

ایک تو چندہ تحریک جدید ہے اور دوسرا چندہ وقف جدید۔ تحریک جدید کی آمد اب تک جو ہوئی ہے وہ تسلی بخش نہیں۔ گو وہ ہے کافی (جماعت بڑی قربانی کرنے والی ہے) لیکن بعض دفعہ احباب جماعت تو چست ہوتے ہیں مگر مقامی طور پر نظام جماعت سست ہوتا ہے اور اس طرح کاغذوں میں کمی نظر آ جاتی ہے۔ ہماری دو جماعتیں ہیں جن کا چندہ زیادہ ہوتا ہے۔ اور ان کے تحریک جدید کے وعدے بھی زیادہ ہیں وہ دو جماعتیں ربوہ اور کراچی ہیں۔ ربوہ ابھی تک اس وعدہ سے بھی پیچھے ہے جو اس نے پچھلے سال انصار اللہ کے اجتماع کے موقع پر کیا تھا۔ اسی طرح کراچی کی جماعت بھی ابھی اس وعدہ سے پیچھے ہے (وعدوں کے لحاظ سے۔ ادائیگی کے لحاظ سے نہیں) جو مجموعی طور پر کراچی کی طرف سے پچھلے سال انصار اللہ کے اجتماع کے موقع پر ہوا تھا۔ کراچی کی جماعت نے یہ مجموعی وعدہ کیا تھا اور کہا تھا کہ ہم احباب جماعت میں تحریک کر کے ایک لاکھ ایک ہزار روپیہ تحریک جدید کی مد میں ادا کر دیں گے۔ اس وعدہ میں ابھی سات آٹھ ہزار روپیہ کی کمی ہے۔ ربوہ کا وعدہ ستر ہزار روپیہ کا تھا۔ اس وعدہ کے لحاظ سے ربوہ بھی سات ہزار پیچھے ہے یعنی ابھی تک ۶۳ ہزار روپیہ کے وعدے ہوئے ہیں

غرض وعدے بھی بڑھانے ہیں اور ادائیگیاں بھی تیز کرنی ہیں تا کہ جو کام خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ

تحریک جدید کی قربانیوں کے نتیجہ میں

ساری دنیا میں ہو رہا ہے وہ جاری رہ سکے اور ترقی کر سکے۔ تحریک جدید کے کام نے آہستہ آہستہ ترقی کی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہماری ضرورتیں بھی بڑھ رہی ہیں۔ جب یہ کام شروع ہوا تھا تو سارا مالی بوجھ ہندوستان (اس وقت تقسیم ملک نہیں ہوئی تھی) کی جماعتوں پر تھا۔ پھر بیرونی جماعتیں بڑھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں بھی اخلاص اور ایثار کا جذبہ پیدا کیا اور اس وقت وہ (غیر ممالک کے احمدی) پاکستان کے کل چندہ تحریک جدید سے آٹھ گنا زیادہ چندہ ادا کر رہے ہیں گویا پاکستان کی جماعتیں اخراجات (جو بیرونی ممالک میں ہو رہے ہیں) کا آٹھواں حصہ بلکہ اس سے بھی کم (شاید نواں حصہ) ادا کر رہی ہیں۔ پھر اس رقم میں سے بھی کچھ رقم باہر نہیں جا سکتی کیونکہ اس وقت فارن ایکسچینج پر پابندی لگی ہوئی ہے پھر یہاں کے اخراجات بھی ہیں مثلاً مبلغوں کی تربیت ہے۔ مبلغ پیدا کرنے۔ یہاں کے کارکنوں کی تنخواہیں وغیرہ اور خط و کتابت پر بہت سے اخراجات یہاں کرنے پڑتے ہیں۔ غرض ہمارا چندہ تحریک جدید کے کل چندہ کا کوئی آٹھواں یا نواں حصہ بنتا ہے۔ اگر ہم اس کی ادائیگی میں بھی سستی کریں تو ہم سلسلہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو کیسے پورا کریں گے حالات بدل رہے ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ ہماری ضرورتیں بھی بڑھ رہی ہیں۔ مثلاً آپ دیکھیں ایک ملک میں آپ نے کام کیا۔ وہاں عیسائیت بڑے زوروں پر تھی۔ اور وہ امید رکھتی تھی کہ عنقریب وہ سارا ملک عیسائی ہو جائے گا۔ پھر ہمارے مبلغ خدا کی توفیق سے وہاں پہنچے اور خدا کی توفیق ہی سے ان کے کاموں میں برکت پیدا ہوئی اور آج وہاں کے حالات بدلے ہوئے ہیں۔ اور اس قدر بدلے ہوئے ہیں کہ ایک ملک سے (بہت سے خطوط آتے رہتے ہیں میں ایک مثال دے رہا ہوں) مجھے مطالبہ آیا کہ یہاں کے حالات کے لحاظ سے آپ فوراً نو اور مبلغ ہمارے ہاں بھجوا دیں۔ یہ افریقہ کا ایک ملک ہے اور سمجھنے والے بھی افریقن احمدی ہیں۔ غرض

دنیا کے حالات بالکل بدل رہے ہیں

اور جب حالات بدلے ہیں تو ہماری ضرورتیں بھی بدلیں گی۔ مثلاً ایک ملک میں ہمارا ایک مبلغ گیا اس نے کام کی ابتداء کی اور اس وقت وہ کام تھوڑا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت ڈالی اور وہ پھیلا اور اب ہم الحمد للہ کہتے کہتے تھکتے ہیں اور وہی کا وہ سزاوار ہے اور جب ہمارا کام پھیلا اور بڑھا تو ہمیں اور روپیہ کی ضرورت ہوئی لیکن اگر ہم یہ کہیں کہ ہم تو یہ ذمہ داریاں نبھانے کے لئے تیار نہیں تو یہ کئے کرائے پر پانی پھیر دینے والی بات ہے اسی لئے خدائے قادر و توانا نے کہا ہے کہ کام تو نہیں رکے گا لیکن پھر تجھے خلق جدید کرنی پڑے گی۔ ہمیں یہ دعا کرنی چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر ہی زندگی قائم رکھے اور ہماری حیات روحانی ہم سے نہ چھینے اور ہمیں تحریک جدید کے چندوں کو بڑھانے کے لئے کوشش کرنی چاہئیے۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ جہاں تک جماعتوں کے وعدوں کا تعلق ہے ابھی وہ وعدے بھی پورے نہیں کئے گئے جو انہوں نے مجموعی لحاظ سے پچھلے سال

انصار اللہ کے اجتماع پر کئے تھے۔ اور پھر دوائیگیاں بھی جلد تر پوری کرنی چاہئیں۔ دفتر کا اندازہ ہے کہ اگر سالِ رواں کی آمد پچھلے سال کی آمد سے نہ بڑھی تو ہماری بڑھتی ہوئی ضرورتیں پوری نہیں ہو سکیں گی۔

دوسرے میں وقفِ جدید کے چندہ کی طرف جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں

وقفِ جدید کا سالِ رواں کا چندہ

تو خدا تعالےٰ کے فضل سے پچھلے سال سے کچھ اچھا ہے اور امید ہے وہ سال کے آخر تک پورا ہو جائے گا۔ سالِ رواں کا بجٹ آمد ایک لاکھ چھیاسٹھ ہزار روپیہ تھا اس میں سے ایک لاکھ دس ہزار روپیہ ۸ ر اخاء تک وصول ہو چکے تھے۔ گزشتہ جمعہ میرا خیال تھا کہ جماعت کو خطبہ جمعہ میں اس چندہ کے متعلق تحریک کروں لیکن میں بیمار ہو گیا اور جمعہ میں نہ آ سکا۔ بہرحال ۸ ر اخاء تک ایک لاکھ دس ہزار روپیہ وصول ہو چکا تھا اور اس عرصہ میں اور وصولی بھی ہوئی ہو گی اور امید ہے ساری رقم وصول ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔ لیکن جنہوں نے وعدے لکھوائے ہیں وہ اپنے وعدے پورے کریں۔ اگر سارے وعدے پورے ہو جائیں تو بجٹ سے کہیں زیادہ وصول ہو جائے گا

اطفال الاحمدیہ کا جو پچاس ہزار روپیہ چندہ تھا اس میں سے صرف گیارہ ہزار روپیہ وصول ہوا ہے۔ میری یہ خواہش بھی ہے اور میں دعا بھی کرتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان بچے اور چھوٹے بچے جنہیں میں نے اس میں شامل کیا ہوا ہے وقفِ جدید کا سارا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھائیں۔ اور میرے نزدیک ایسا ممکن ہے لیکن ان کے والدین اور سرپرست اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں رکھتے یا انہیں ذمہ داری کا اتنا احساس نہیں جتنا ہونا چاہیئے۔ انہیں یہ سوچنا چاہیئے کہ وہ دو چیزوں میں سے کونسی چیز پسند کریں گے۔ ایک یہ کہ ان کے بچے چھوٹی عمر سے ہی تجنّل کی عادتوں سے چھٹکارا حاصل کر کے اس دنیا میں اور آخرت کی دنیا میں اللہ تعالےٰ کے فضلوں کے وارث ہوتے چلے جائیں یا وہ یہ پسند کریں گے کہ جہنم کے اندر ان بچوں کی گردنوں میں وہ طوق پہنائے جائیں جن کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں کیا گیا ہے جس کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے۔ آپ یقیناً پہلی بات کو ہی پسند کریں گے لیکن صرف دعوے سے نتیجہ نہیں نکلا کرتا۔ یہ مادی دنیا عمل کی دنیا ہے۔ جو شخص عمل و دعا بھی ایک عمل ہے۔ جب میں عمل کہتا ہوں تو میری مراد ہر اس عمل سے ہے جس کے کرنے کی اللہ تعالےٰ نے ہمیں توفیق دی ہے۔ اور جس کے کرنے کا اس نے ہمیں حکم فرمایا ہے۔) کرتا ہے تو اس عمل کا ہی نتیجہ اسے ملتا ہے۔ جو شخص یہ کہے کہ مسجد میں باجماعت نماز پڑھنی چاہیئے سوائے عذرِ معقول کے اور صبح سے شام تک وہ یہ وعظ کرتا رہے لیکن ایک نماز بھی مسجد میں پڑھنے نہ آئے تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس کو باجماعت نماز کا ثواب مل جائے گا اس لئے کہ بارہ گھنٹے اس کے منہ سے ایسے فقرات نکلتے رہے کہ مسجد میں جا کر نماز پڑھنی چاہیئے۔ ہرگز نہیں۔ پس اگر آپ کے دل میں یہ احساس ہو کہ کہیں ہمارے بچوں کو بخل کی عادت نہ پڑ جائے اور اس عادت میں وہ پختہ نہ ہو جائیں تو مہینہ میں ایک اٹھنی (یا جو اور بھی غریب ہیں یعنی جو خاندان اقتصادی لحاظ سے اچھے نہیں ان کے متعلق میں نے کہا ہے کہ ایک خاندان کے سارے بچے مل کر ایک اٹھنی مہینہ میں دیں) ایسی چیز نہیں جو توجہ معلوم ہو صرف توجہ کی کمی ہے۔ اور یہ حالت دیکھ کر مجھے شرم آتی ہے۔ پس میں بچوں کو بھی اور ان کے والدین اور سرپرستوں کو بھی اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہم نے یہ عادت ڈال کر

وقفِ جدید کو مالی لحاظ سے بچوں کے سپرد کر دینا ہے

ابھی تو ابتدا ہے اور پچاس ہزار روپیہ کی رقم ان کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ لیکن یہ رقم دو لاکھ اڑھائی لاکھ یا تین لاکھ ہو جائے گی۔ ضرورتیں بڑھیں گی تو قربانی کا جذبہ بھی بڑھے گا۔ اور ایثار بھی بڑھے گا اور چندہ بھی بڑھتا جائے گا۔ اللہ تعالےٰ جماعت کے بچوں کو توفیق دے گا کہ وہ اس چندہ میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔ اور یہ کوئی ایسی رقم نہیں ہے جو ادا نہ ہو اس وقت جماعت کی جو اقتصادی حالت ہے اس کو سامنے رکھیں تو یہ مشکل امر نہیں کہ بچے اس بوجھ کو اٹھا لیں۔ لیکن وہ تو بچے ہیں۔ اصل ذمہ داری تو ان کے سرپرستوں اور والدین پر ہے۔ ایک بچہ مثلاً پانچ سال کا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اس سے یہ نہیں پوچھے گا کہ تم نے میری راہ میں قربانی کیوں نہیں دی۔ کیونکہ ہر نیک عمل کی ایک بلوغت ہوتی ہے۔ اور وہ ابھی مالی قربانی کی بلوغت کو نہیں پہنچا۔ جب وہ اس بلوغت کو پہنچے گا تو اگر آپ نے اس کی تربیت نہیں کی اور اس میں بخل پیدا ہو گیا اور بخل کی عادت پختہ ہو گئی تو پھر جس طرح وہ خدا کے سامنے جوابدہ ہو گا۔ آپ بھی جوابدہ ہوں گے۔

پس ابھی سے اپنی اور اپنے بچوں کی تربیت کریں۔ اور ان کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت ڈالیں۔ وقفِ جدید کی رقم اس قدر تھوڑی ہے کہ میں سمجھتا تھا اسے بچوں کو خدا تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت ڈالنے کے لئے استعمال کرنا چاہیئے۔ ڈیڑھ دو لاکھ روپیہ چندہ تو کچھ بھی نہیں اور پھر خاص طور پر جماعت کی موجودہ اقتصادی حالت کے لحاظ سے خدا تعالےٰ کا جماعت پر بڑا فضل ہے۔ پچھلے سال میں نے ایک ضلع کی زمین کی ملکیت کے متعلق اندازہ لگایا تھا کہ اگر ہمارے دوست دیسی بیج کی بجائے میکسی پاک اور رائڈمس بیج بوئیں تو اگر اخلاص اتنا ہی رہے جتنا اب ہے تو اس ضلع کی جماعت کی آمد نئی گندم سے اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اس کا چندہ بڑھ کر دس لاکھ ہو جائے گا۔ غرض اللہ تعالےٰ نے اتنا فضل کیا ہے اور یہ کوئی بڑی رقم نہیں جو بچوں سے مانگی جا رہی ہے یہ رقم مانگی بچوں سے جا رہی ہے اور بچوں کے ہاتھ سے ہی ہمیں ملنی چاہیئے۔ ایک بچہ جو بالکل چھوٹا سا ہی ہو ماں اگر چاہے تو اس کے ہاتھ سے چندہ دلوا سکتی ہے۔

کیا ہم پیدائش کے وقت اس کے کان میں اذان نہیں کہتے۔ آپ اس کے ہاتھ میں اٹھنی پکڑا دیں یا دو مہینہ کا چندہ اکٹھا دینا ہو تو روپیہ کا نوٹ اس کے ہاتھ میں دے دیں اور آگے کر دیں۔ اور لینے والے سے کہیں اس سے لے لو۔ اللہ تعالےٰ اس میں برکت ڈالے گا۔ مگر بہرحال ہم نے بچے سے ہی۔ ہاں ذمہ داری بہرحال والدین اور سرپرستوں پر ہے۔

پس میں جماعت کے احباب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ وہ اس طرف فوری طور پر متوجہ ہوں کیونکہ ابھی پچاس ہزار روپیہ سے صرف گیارہ ہزار وصول ہوا ہے۔ اور وصولی کو سالِ رواں میں پچاس ہزار تک بہرحال آپ کو پہنچانا چاہیئے۔

اللہ تعالےٰ آپ کو بھی توفیق دے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور ان سے اس رنگ میں نبھائیں کہ وہ ہم سے خوش ہو جائے اور اس کی رضا ہمیں حاصل ہو جائے۔

(الفضل ۲۶ ر اخاء ۱۳۴۷ ہش)

٭ ٭ ٭

ولادتیں اور درخواستِ دعا

۱۔ مکرم وسیع الدین صاحب مدراسی کو اللہ تعالےٰ نے لڑکا عطا فرمایا ہے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے "وسیم الدین احمد" نام تجویز فرمایا ہے۔ احباب جماعت سے بچے کے اسم بامسمیٰ اور خادمِ دین بننے کے لئے دعا کی درخواست ہے

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

۲۔ مورخہ ۲۲ ؍ ؍ کو میرے نسبتی بھائی مکرم بابو فضل حق صاحب اسسٹنٹ الیکٹریکل انجینئر چنہنی پراجیکٹ ادھم پور کشمیر کے ہاں اللہ تعالےٰ کے محض فضل اور ہمارے پیارے امام کی دعاؤں کی برکت سے لڑکا تولد ہوا ہے۔ عزیز نومولود بابو تاج الدین صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ کشمیر کا پوتا اور خواجہ عزیز الدین صاحب اکاؤنٹنٹ جنرل جموں کشمیر کا نواسہ ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ بچے کو صحت اور درازئ عمر سے نوازے اور خادمِ دین بنائے۔

اس خوشی میں خاکسار نے پانچ روپیہ اعانتِ بدر میں دیئے ہیں اللہ تعالےٰ قبول فرمائے

خاکسار حکیم محمد سعید قادیان

قادیان میں جماعت احمدیہ کا "ستترواں" جلسہ سالانہ

بتاریخ ۶-۷-۸ ر صلح ۱۳۴۸ ہش مطابق ۶-۷-۸ ر جنوری ۱۹۶۹ء

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی منظوری اور اجازت سے آئندہ جلسہ سالانہ قادیان کی تاریخیں ۶-۷-۸ ر صلح ۱۳۴۸ ہجری شمسی یعنی ۶-۷-۸ ر جنوری ۱۹۶۹ء رکھی گئی ہیں۔

لہٰذا جملہ پراونشل امراء کرام اور عہدیداران جماعتہائے احمدیہ ہندوستان اور جملہ مبلغین کرام سے درخواست ہے کہ احباب کو جلسہ سالانہ قادیان کی تاریخوں سے مطلع کرنے کے علاوہ تحریک کی جائے کہ زیادہ سے زیادہ دوست اس عظیم الشان روحانی اجتماع کی برکات سے مستفید ہوں

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

ذکرِ حبیب علیہ السّلام

فرمودہ حضرت نوّاب مبارکہ بیگم صاحبہ مدّظلّہا العالی بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ مرکزیہ

میری درخواست پر کہ لجنہ اماء اللہ کے سالانہ اجتماع کے لئے "ذکرِ حبیب" کے موضوع پر آپ تقریر کریں، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے باوجود علالت اور کمزوریٔ طبع کے مضمون لکھا بعض کاموں کی وجہ سے آپ لاہور تشریف لے جا رہی تھیں۔ اس نوٹ کے ساتھ کہ "یہ چند حروف امانت ہیں۔ اگر آ گئی تو اپنا لکھا خود پڑھوں گی ورنہ تم" لاہور جاتے ہوئے آپ نے اپنا مضمون مجھے دے دیا۔ طبیعت کی خرابی کی وجہ سے آپ تشریف نہ لا سکیں اور آپ کا مضمون پڑھنے کی مجھے سعادت حاصل ہوئی۔ تمام احبابِ جماعت کی خدمت میں آپ کی صحت، درازیٔ عمر کے لئے دعا کی درخواست ہے اللہ تعالیٰ آپ کو تا دیر سلامت رکھے اور ہمیں آپ سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے آمین

خاکسار (اُمّ متین) مریم صدیقہ

اعوذ باللّٰہ من الشّیطٰن الرّجیم　بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم　نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم
وعلٰی عبدہ المسیح الموعود

میری طبیعت میں ضعف اکثر ہو جانے کی وجہ سے روز بروز کمزوری پیدا ہو رہی ہے لکھنے اور بیٹھ کر کچھ کرنے سے خصوصاً۔ اس لئے ذکرِ حبیب کے محبوب موضوع پر زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی اور حیاتِ چند روزہ کے ساتھ یادوں روایتوں کا ذخیرہ بھی شاید ختم ہو رہا ہے کیونکہ اکثر بار بار دہرا دیتی ہوں۔

میں نے ایک بار کہا تھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب کی بیوی نے ایک بار (میں چھوٹی ہی تھی ابھی) جگا کر نماز تہجد پڑھوا دی۔ ذرا دیر میں پھر جھنجھوڑنے لگیں کہ اٹھو نماز پڑھو۔ میں نے چلا کر آپ کو پکارا کہ میں نماز پڑھ چکی ہوں۔ یہ مجھے جگائے جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بچوں کو تنگ کر کے نماز نہ پڑھواؤ۔ انہوں نے کہا کہ حضرت وہ تو میں نے تہجد پڑھوائی تھی۔ فرمایا ابھی سونے دو اس کی نماز ہو گئی ہے۔

اسی طرح قبل بلوغت کم عمری میں آپ روزہ رکھوانا پسند نہ فرماتے تھے۔ بس ایک آدھ رکھ لیا کافی ہے۔ حضرت اماں جان نے میرا پہلا روزہ رکھوایا تو بہت بڑی دعوتِ افطار دی تھی۔ یعنی جو خواتین جماعت تھیں سب کو بلایا ہوا تھا۔ اس رمضان کے بعد دوسرے یا تیسرے رمضان میں میں نے روزہ رکھ لیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا کہ آج میرا روزہ پھر ہے۔ آپ حجرہ میں (جنہوں نے ہمارا گھر قادیان کا دیکھا ہے وہ سمجھ لیں گی کہ کمرہ کونسا تھا) تشریف رکھتے تھے۔ پاس سٹول پر دو پان لگے رکھے تھے۔ غالباً حضرت اماں جان رضؓ بنا کر رکھ گئی ہوں گی۔ آپؑ نے ایک پان اٹھا کر مجھے دیا کہ لو یہ پان کھا لو تم کمزور ہو ابھی روزہ نہیں رکھنا توڑ ڈالو روزہ۔ میں نے پان تو کھا لیا مگر آپ سے کہا صالحہ (یعنی ممانی جان مرحومہ چھوٹے ماموں جان کی اہلیہ محترمہ) نے بھی رکھا ہے ان کا بھی تڑوا دیں۔ فرمایا بلاؤ اس کو بھی۔ میں بلا آئی۔ وہ آئیں تو ان کو بھی دوسرا پان اٹھا کر دیا اور فرمایا لو یہ کھا لو تمہارا روزہ نہیں ہے۔ میری عمر اس وقت دس سال کی ہوگی غالباً۔

آپؑ کی زبانِ مبارک میں اثر تھا۔ سرسری طور پر بھی جس بات سے روکا پھر جرأت ہی اس کام کے کرنے کی کبھی نہیں ہوتی تھی۔ نماز اگر اندر کبھی پڑھتے بوجہ علالتِ طبع یا ضعف کے تو زنانہ میں بھی جماعت ہوتی۔ خود نماز پڑھاتے تھے۔ اکثر مغرب اور عشاء کی نماز ہی باجماعت اندر ادا فرمائی ہے۔ اور مقتدی ہم سب گھر والے اور دیگر احمدی خواتین ہوتی تھیں۔

مجھے قینچی سے کھیلتے اور اس کی نوک دوسرے کی جانب کرتے دیکھ کر ایک دفعہ روکا کہ یہ کام نہ کرنا۔ کبھی کسی کے اچانک لگ جائے کسی کی آنکھ ہی پھوٹ جائے تو کیا ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ میں چھری، چاقو وغیرہ آج تک کسی کو کاٹنے والے رخ سے پکڑا سکتی نہ کسی کو ایسا کرتے دیکھ سکتی ہوں۔ مجھے تو بُنّی کی سلائی سے بھی مجلس میں یا بچوں کے سامنے بے دھیان کوئی ہلا رہا ہو تو ڈر لگتا ہے کہ اب کسی کو چبھی خدانخواستہ

حضرت اماں جان رضؓ کی بے حد قدر و عزت آپؑ کی نظر میں تھی اور بہت زیادہ دلداری بہت خیال حضرت اماں جان رضؓ کا رکھتے تھے۔ اس کا نقش میرے دل پر اب تک ہے مگر ایک بار میں نے دیکھا کہ جب آپؑ نے ضروری سمجھا تو حضرت اماں جان کی بھی تربیت فرمائی۔ ایک واقعہ مختصر ہے بس یہی ایک بات دیکھی اور کبھی نہیں۔ اور خود حضرت اماں جان بھی تو ایک احسن نمونہ تھیں۔ ضرورت بھی پیش نہیں آئی کبھی بھی۔ صاف نظارہ یاد ہے نیچے کے کمرے کے سامنے کے سہ درے میں نانی اماں بیٹھی تھیں۔ کسی خادمہ نے ان کا کہنا نہ مانا اور کوئی ایسی بات کہہ دی جس سے غلط فہمی پیدا ہو کر نانی اماں حضرت اماں جان رضؓ سے ناراض ہو گئی تھیں۔ اس وقت مجھے یاد ہے کہ حضرت نانی اماں غصّہ میں کہہ رہی تھیں کہ لڑکی (حضرت اماں جان رضؓ کو حضرت نانی اماں لڑکی کہہ کر مخاطب کرتی تھیں) آخر میری بیٹی ہی تو ہے۔ ہاں میرے حضرت میرے سر کا تاج ہیں بے شک وغیرہ وغیرہ

اتنے میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام حضرت اماں جان رضؓ کو اپنے آگے آگے لئے چلے آ رہے ہیں۔ اس طرح کہ حضرت اماں جان رضؓ کے دونوں شانوں پر آپ کے دستِ مبارک ہیں۔ اور حضرت اماں جان رضؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہہ رہی ہیں۔ آپ خاموشی سے اسی طرح حضرت اماں جان رضؓ کو لے کر آگے بڑھے اور اسی طرح حضرت اماں جان رضؓ کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نانی اماں کے قدموں پر آپ کا سر جھکا دیا۔ پھر نانی اماں رضؓ نے حضرت اماں جان رضؓ کو اپنے ہاتھوں پر سنبھال لیا۔ شاید گلے بھی لگایا تھا۔ اور آپؑ واپس تشریف لے گئے۔ کچھ سوچیں اس زمانہ کی اولادیں! اکثریت وہ ہوگی جن کو ماؤں کی قدر نہیں۔ احمدی بچیو! اور بہنو! یہ نقشہ جو میں نے دیکھا اور یاد رہا اس کو ذرا اپنی چشم تصوّر میں لاؤ کہ وہ شاہِ دین اپنی خدا تعالیٰ کی جانب سے خدیجہ لقب پائے ہوئے بیوی اُمّ المؤمنین کو جس کی ہر وقت آپ کو خاطر مطلوب تھی اور جس کی عزت بہت زیادہ آپ کے دل میں تھی اس کی والدہ کی معمولی ناراضگی سن کر برداشت نہ فرما سکا۔ اور خود لا کر اس کی ماں کے قدموں میں جھکا دیا۔ گویا یہ سمجھایا کہ تمہارا رتبہ بڑا ہے مگر یہ ماں ہے۔ تمہارے لئے بھی اسی کے قدموں تلے جنت ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

ایک دن آپؑ اور حضرت اماں جان رضؓ دونوں بستر پر نماز پڑھ رہے تھے ایک ہی پلنگ پر۔ جب آپؑ نے سلام پھیرا (دونوں نے بیک وقت سلام پھیرا تھا) تو حضرت اماں جان رضؓ نے فرمایا میں ہمیشہ دعا کرتی ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھے آپ سے پہلے وفات دے (وصف وفات کے الہامات ان آخری ایام میں پے در پے ہو رہے تھے۔ اور حضرت اماں جان رضؓ بعض دفعہ اداس اور بیحد مغموم ہو جاتی تھیں۔) آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ

"اور ہماری ہمیشہ دعا رہتی ہے کہ تم میرے بعد زندہ رہو۔"

اب میں اس مختصر مضمون کو ختم کرتی ہوں۔ ایک امر کی جانب خصوصاً توجہ دلانے کے بعد کہ علاوہ اپنے اور اپنی اولادوں کے نیک ہونے نیک انجام پانے اور دینی دنیوی روحانی جسمانی تمام حسنات و برکات کے حصول کی دعاؤں کے علاوہ اوّل ایک خاص دعا پر زور دیں۔ یعنی خلیفۃ المسیح الثالث کے لئے کہ صحت و اعضاء کی سلامتی کے ساتھ بابرکت زندگی عمر میں برکت عطا ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کا عہدِ خلافت بے حد مبارک فرمائے۔ ان پر ہمارے مولا کا سایۂ رحمت رہے وہ ایک عالم کے لئے سایۂ رحمت ہمیشہ ہوں۔ ہر کام ہر قدم پر خدا تعالیٰ کا فضل اور نصرت ان کے شاملِ حال رہے۔ برکاتِ خلافت کا خاص ظہور ہو۔ ہر میدان ہر مقابلہ میں خدا تعالیٰ خدائے ناصر و نصیر ہمارے خلیفہ کا معین و رفیق و نصیر

ہو۔ یاد رہے کہ خلیفہ کے وجود میں ہی کل جماعت بھی شامل ہے۔ پس خلیفہ کی فتح جماعت کی فتح، اسلام کی فتح، احمدیت کی فتح ہے۔ ہم جو مانگتے ہیں خدا سے، خدا کے دین کے لئے ہی مانگتے ہیں۔ ہم شکر نعمت کے لئے اللہ کے عطا کردہ انعام کو اس کے لئے تو مانگتے ہیں! تعلق محبت سے اس نعمت کی قدر پہچانتے ہوئے خلیفۃ المسیح کے لئے بہت دعا کریں۔ اور سب دعاؤں میں آپ کے لئے اور احمدیت کے غلبہ اور علم اسلام کے آپ کے ہاتھوں سے تمام عالم کے چپہ چپہ سے بلند ہونے کی دعا کرتی رہیں۔ پھر خادم دین اولادوں اور نسلوں کے لئے بھی دعا پر آجکل خصوصیت سے بہت زور دیں۔ ہمارے نیک انجام ہوں اور نیک ہی سلسلہ چلے تا قیامت۔ مخالفت بھی آجکل بہت پھیل رہی ہے۔ دعاؤں سے فتح کے دن قریب لائیں کیونکہ ہر مخالفت کے شور و شر کے بعد احمدیت کی ترقی ہوتی ہے۔

اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعاؤں کی جانب سب کو بہت متوجہ کیا ہے۔ اور کثرت سے جماعت کو دعاؤں کی تاکید کی ہے۔ احمدیوں کو دعا کرنے کی عادت، دعا کی اہمیت کو واضح فرما کر جو آپ نے عطا فرمائی وہ بھی ان خزانوں میں ایک بڑا بھاری خزانہ ہے۔ جو مہدی آخر زمان نے لٹانا تھا۔

حضور مجھے دعاؤں پر آپ کا بے حد زور دینا یاد آتا ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ بھی آپ کے مشن کا ایک خاص اور اہم رکن ہے۔ مجھے اکثر فرمایا کہ جب رات کو آنکھ کھلے دعا کیا کرو تمہاری تہجد ہو جائے گی۔ اب تک جب کروٹ لوں آنکھ ذرا کھلے تو دعائیں اسی بچپن کی عادت کے مطابق میری زبان پر ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر وقت اپنے مالک و خالق سے رشتہ قائم رکھنے اور دعاؤں میں مشغول رہنے کی توفیق بھی دے۔ اور دعاؤں کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

خدا حافظ و ناصر

مبارکہ

ضروری اعلان

ترسیل لٹریچر کے بارے میں

جملہ عہدیداران جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان و مبلغین کرام و احباب کی خدمت میں تحریر ہے کہ ڈاک کی نئی شرح سے لٹریچر کے پیکٹوں پر بہت زیادہ اخراجات ہوتے ہیں جس کے باعث زیادہ مقدار میں لٹریچر بھجوانا ممکن نہیں ہوتا۔ نظارت چاہتی ہے کہ آئندہ ریلوے کے ذریعہ جماعتوں۔ مبلغین اور افراد کو جو زیادہ تعداد میں لٹریچر طلب فرمایا کرتے ہیں بھجوایا کرے۔ اسلئے جو جماعتیں اور احباب لٹریچر منگوایا کریں وہ مطالبہ کے ساتھ اپنے شہر کے ریلوے اسٹیشن یا قریبی ریلوے اسٹیشن یا قریبی جماعت کے ذریعہ رابطہ قائم کر کے اس ریلوے اسٹیشن کا پتہ بھی ضرور دیا کریں۔ اور اگر جن شہروں و قصبوں میں ریلوے اسٹیشن نہیں ہیں بلکہ آؤٹ ایجنسی ہے تو اس کے ذریعہ وہ لٹریچر منگوایا کریں۔ اس طرح اخراجات ڈاک میں کافی بچت ہوگی اور جماعتوں کو زیادہ تعداد میں لٹریچر بھجوانا ممکن ہوگا۔ چھوٹے سے چھوٹا لٹریچر کا پارسل بھی ریلوے کے ذریعہ جا سکتا ہے۔ پانچ کلو یا اس سے زیادہ وزن کا تو بہرحال ریلوے کے ذریعہ بھجوایا جایا کرے گا۔ لٹریچر کا مطالبہ کچھ عرصہ پہلے کیا جانا چاہیئے۔ ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ جب جلسہ یا کانفرنس منعقد ہونے والی ہو تو مطالبہ کیا جائے کہ فوری طور پر لٹریچر بھیجا جائے۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

دورہ مکرم مولوی سید بدر الدین احمد صاحب انسپکٹر وقف جدید

جماعت ہائے احمدیہ صوبہ یوپی

مکرم مولوی سید بدر الدین احمد صاحب انسپکٹر وقف جدید جماعتہائے احمدیہ یوپی کی جماعتوں میں وقف جدید کے چندہ کی وصولی اور وعدہ جات میں اضافہ کی غرض سے ۲ ماہ نبوت (نومبر) کو دورہ کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ جملہ عہدیداران، امراء و صدر صاحبان و سیکرٹریان مالی اور احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ اس صوبہ میں دورہ کو کامیاب بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

انچارج وقف جدید انجمن احمدیہ قادیان

منقولات

نوبل پرائز

الفریڈ نوبل ایک شخص کا نام ہے۔ جو ۲۱ اکتوبر ۱۸۳۳ء کو اسٹاک ہام میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے باپ کا نام امینول نوبل تھا جو ایک عقلمند اور بہت بڑا تاجر تھا۔ اس کی اپنی ایک بڑی فرم تھی جہاں جہاز بنا کرتے تھے الفریڈ نوبل کی صحت بچپن میں خراب رہا کرتی تھی۔ اس لئے نو سال کی عمر میں اس کے والدین اسے روس لے گئے جہاں اس کی تندرستی کچھ بہتر ہو گئی اور وہ اپنے والد کی ورکشاپ میں اپرنٹس کے طور پر کام کرنے لگا۔ الفریڈ نوبل نے سولہ سے بیس سال کی عمر تک جرمنی، فرانس، انگلینڈ اور امریکہ میں تعلیم حاصل کی اور پھر وہ اپنے والدین کے ساتھ اسٹاک ہام واپس آ گیا۔ یہاں اس نے بارود کی طرح پھٹنے والے مادوں پر تحقیقات کا کام شروع کر دیا۔ یہ بڑا خطرناک کام تھا ایک بار تو ایک تجربے کے دوران میں اس کی پوری لیبورٹری اڑ گئی اور اس کا ایک بھائی جس میں کر مر گیا۔ اس حادثہ کے بعد گورنمنٹ نے اس کو اسٹاک ہام میں تجربات کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مجبوراً اس نے ایک ناؤ کرایہ پر لی اور اس میں اپنی لیبورٹری قائم کر کے شہر سے باہر ایک جھیل میں تحقیقات کا کام جاری رکھا۔ آخر کار ۱۸۶۶ء میں اس نے وہ چیز دریافت کی جسے آج ہم ڈائنامیٹ کہتے ہیں۔ اور اس کے ۲۳ سال بعد اس نے ایک اور مسالہ ایجاد کیا، جو دنیا میں دھواں نہ دینے والی پہلی طاقتور بارود تھی۔

الفریڈ نوبل کی یہ تحقیقات اس درجہ کامیاب ثابت ہوئیں کہ اس کی زندگی کے آخری دس سالوں میں اس کی فیکٹری میں بارہ ہزار آدمی کام کرتے تھے اور وہ ڈائنامیٹ کا بادشاہ کہلاتا تھا۔ نوبل نے اپنی اس دریافت کی بدولت بے انتہا دولت کمائی۔ اس نے شادی نہیں کی تھی اسے یہ بات سخت ناپسند تھی کہ اس کے رشتہ داروں میں اس کی نظر میں وہ سب لوگ جنہوں نے دولت کمانے کے لئے محنت نہ کی ہو کسی طرح دولت پانے کے مستحق نہیں تھے۔ چنانچہ اس نے اپنے رشتہ داروں کو دولت سے محروم کرنے کے لئے اپنی دولت کا ایک نیا ہی مصرف سوچا۔

۱۰ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ۶۳ سال کی عمر میں جب اس کا انتقال ہوا تو اس نے بیس لاکھ پونڈ دولت چھوڑی جس سے اس کی وصیت کے مطابق ایک فنڈ قائم کر دیا گیا کہ اس رقم سے ہر سال جو سود ملے وہ دو یا پانچ انعاموں کی شکل میں تقسیم کر دیا جائے۔ یہ انعام "نوبل انعام" یا "نوبل پرائز" کہلاتے ہیں۔ ان میں چار انعام ایسے لوگوں کو دیئے جاتے ہیں جنہوں نے پچھلے بارہ مہینوں میں فزکس، کیمسٹری، ادویات اور ادب میں کوئی نیا کام کیا ہو۔ پانچواں انعام "پیس پرائز" یا امن کا انعام کہلاتا ہے۔ یہ اس شخص کو دیا جاتا ہے جس نے امن قائم رکھنے کے سلسلہ میں کوئی اہم خدمت انجام دی ہو۔ یہ انعامات کی تقسیم کے لئے الگ الگ کمیٹیاں قائم ہیں۔ جن کے سامنے ذمہ دار شخصیتوں کی طرف سے امیدواروں کے نام پیش ہوتے ہیں۔ اور کمیٹیاں ان کے کارناموں پر غور کر کے انعام کا فیصلہ کرتی ہیں۔ ان انعاموں کی تقسیم میں کسی مذہب یا ملک یا قوم کا لحاظ نہیں رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ اب تک ہندوستانیوں میں سے بھی دو آدمیوں کو یہ انعام مل چکا ہے۔ ۱۹۱۳ء میں رابندر ناتھ ٹیگور کو ادب میں اور ۱۹۳۰ء میں سر سی وی رامن کو فزکس میں۔ پچھلے پچاس برسوں میں سب سے زیادہ انعام جرمنی کے رہنے والوں کو ملے۔ اس کے بعد امریکہ اور انگلینڈ کا نمبر آتا ہے۔

انعام پانے والوں کو ایک سند ملتی ہے جس میں ان کے کارہائے نمایاں کا تذکرہ ہوتا ہے اور ایک سونے کا تمغہ دیا جاتا ہے جس کا وزن دس اونس ہوتا ہے۔ اور ۱۲ ہزار پونڈ رقم نقد دی جاتی ہے۔ یہ انعامات ہر سال ۱۰ دسمبر کو تقسیم کئے جاتے ہیں، جس دن الفریڈ نوبل کا انتقال ہوا تھا۔ تقسیم انعام کی تقریب نہایت شاندار طریقے سے منائی جاتی ہے۔

(الجمعیۃ ۲۸/۹/۱۱ جمعہ ایڈیشن)

درخواستہائے دعا

۱۔ مکرم میاں عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ امرتسری کینیڈا میں ایک عرصہ سے بیمار ہیں چند روز سے افاقہ ہے۔ احباب صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا فرماویں

ڈاکٹر محمد حسین ساجد کینیڈا

۲۔ مکرم سید قاسم صاحب مونگھیر سے مبلغ پانچ روپے درویش فنڈ میں ارسال کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ میری اہلیہ صاحبہ بیمار ہیں ان کی شفائے کاملہ عاجلہ کے لئے احباب دعا فرماویں

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

مسیحی رسالہ "شمع" لکھنؤ کے ایک

مضمون "میں کیوں مسیحی ہو گیا" پر ایک نظر

قسط ۲

از محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی نائب ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

خاں صاحب نے ایک اور گل کھلایا ہے اور وہ یہ کہ وہ لکھتے ہیں کہ اگر خدا فضل کرتا ہے اور رحیم ہے تو وہ عادل بھی ہے۔ اگر خدا عادل ہونے کی صورت میں معاف کر دے اور سزا نہ دے تو صفت عدل معطل ہو جائے گی۔ اور اس سے خدا کی ذات میں نقص لازم آئے گا۔ گویا ان کے نزدیک نجات کی صورت کے لئے کفارہ لازم آیا۔ یعنی وہ معاف بھی کر دے اور سزا بھی دے۔ اس کی صورت ان کے نزدیک یہ ہے کہ لوگوں کے گناہوں کی سزا میں مسیح کو صلیب پر لٹکوا دے اور لوگوں کو ان کے خون پر ایمان لانے کی وجہ سے معاف کر کے نجات دے دے۔ مگر خاں صاحب کی موٹی عقل اس بات کا جواب نہیں دے سکی کہ اس صورت میں خدا ظالم ٹھہرتا ہے کہ قصور واروں کو سزا نہ دے اور بے قصور مسیح کو سزا دے دے۔ اس صورت میں نہ اس کا رحم رہا نہ عدل قائم رہا بلکہ وہ ظالم و غیر عادل ٹھہرا۔

اس کے بعد انہوں نے فرمایا ہے کہ بخاری کی حدیث حامل آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ بتاتی ہے کہ آنحضرت بھی کسی کو نہیں بچا سکتے۔ ایسا ہی آیت وَمَا اَنَا بِوَکِیْلٍ وغیرہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ آپ اپنے رشتہ داروں کو بھی بچانے سے قاصر ہیں۔ لہٰذا یہ خیال کہ قیامت کے دن آنحضرت صلعم شفاعت کریں گے غلط ثابت ہوا مگر خاں صاحب نے اس بات پر بھی غور نہیں کیا کہ ان آیات میں نجات کی ذمہ داری کا انکار کیا گیا ہے۔ ذمہ داری اور چیز ہے اور ایمان لا کر اعمال صالحہ کے ذریعہ سے خدا کے فضل کو اپنی طرف لوگوں کا کھینچنا اور بات ہے۔ لوگوں کی نجات کی ذمہ داری سے انکار کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ آپؐ نے نجات کا صحیح و کامل طریق پیش نہیں کیا۔

اسی طرح شفاعت بھی اپنی جگہ ہے اور وہ بھی آپ کے اختیار میں نہیں صرف اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوگی۔ اور جس کے متعلق اجازت ہوگی اسی کو وہ فائدہ دے سکے گی دوسروں کو نہیں۔ شفاعت کا ثبوت قرآن کریم اور احادیث دونوں سے ملتا ہے۔ اس کا انکار سوزخ کا انکار ہے۔ بلکہ بائیبل سے بھی۔ ملاحظہ ہو یسعیاہ ۵۳ ق ۱۲ جہاں موعود پیغمبر آخر الزماں کی شفاعت کا ذکر

"خطا کاروں کی شفاعت کی"

کے الفاظ میں آتا ہے۔

خاں صاحب آخر میں لکھتے ہیں کہ انجیل میں مجھ کو نجات مل گئی جو اس فقرہ میں مذکور ہے

"اے تم جو تھکے اور بڑے بوجھ سے دبے ہوئے ہو میرے پاس آؤ کہ میں تمہیں آرام دوں گا"

(متی ۱۱ : ۲۸)

وہ لکھتے ہیں کہ اس پیام میں میرے لئے خوشخبری اور بشارت ہے۔ مجھ پر اس کا بڑا اثر ہوا دل میں تسلی، اطمینان اور سرور پیدا ہو گیا۔ دل کی بیقراری اور اضطراب یک قلم کافور ہو گئے۔ اور اس قسم کی سینکڑوں آیتیں اور بیسیوں تمثیلیں ہیں جن سے مجھے پورا یقین ہو گیا کہ "نجات جو مذہب کی علت غائی اور اس کی جان ہے۔ صرف خداوند یسوع مسیح پر ایمان لانے سے حاصل ہو سکتی ہے"

مگر خاں صاحب نے اس کا کوئی عملی ثبوت پیش نہیں کیا۔ یہ صرف ان کا دعوے ہے بیشک اسلام سے قبل قابل پذیرائی ہوگا مگر جب اسلام نے آ کر کہہ دیا کہ آئندہ نجات کا دارومدار محمد ؐ پر ہے تو اس منسوخ دعوے پر انحصار رکھنا اور پھر اس کا کوئی عملی ثبوت پیش نہ کرنا کہ اسلام کے آنے کے بعد بھی کسی عیسائی کو عملاً نجات حاصل ہو گئی اور اس کا تعلق خدا سے ہو گیا اور اسے اس کی خوشنودی حاصل ہو گئی اور اس کے ثبوت میں اسے خدائی برکات و تائیدات حاصل ہو گئیں اس طرف آج تک کوئی عیسائی باوجود چیلنج کے نہیں آتا۔

یہ یاد رہے کہ مذہب کی سچائی اور اس کے نجات دہندہ ہونے کے بارہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ ارشاد اب بھی انجیل میں موجود ہے کہ

"جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو جو تمہارے پاس بھیڑوں کے بھیس میں آتے ہیں مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیئے ہیں۔ ان کے پھلوں سے تم ان کو پہچان لوگے کیا جھاڑیوں سے انگور یا اونٹ کٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں۔ اسی طرح ہر ایک اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے اور برا درخت برا پھل لاتا ہے۔ اچھا درخت برا پھل نہیں لا سکتا۔ نہ برا درخت اچھا پھل لا سکتا ہے۔ جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ پس ان کے پھلوں سے تم ان کو پہچان لوگے۔"

(متی ۷ : ۱۵ تا ۱۹)

قرآن کریم نے بھی آ کر یہی بات اور اصول اپنی صداقت اور اپنے ناجی ہونے کے بارہ میں پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ (سورۂ ابراہیم ۲۵ تا ۲۸)

یعنی اے مخاطب کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے کس طرح زندہ پاک کلام کے متعلق حقیقت حال بیان کی ہے۔ وہ ایک زندہ پاک درخت کی طرح ہوتا ہے جس کی جڑ مضبوطی کے ساتھ قائم ہو اور اس کی ہر ایک شاخ آسمان کی بلندی میں پہنچی ہو۔ وہ درخت ہر وقت اپنے رب کے اذن سے اپنا تازہ پھل دے رہا ہو اور اللہ لوگوں کے لئے ان کی ضروریات کی تمام باتیں بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور بری بات کا حال برے درخت کی طرح ہے جس کو زمین سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا ہو اور جسے کہیں بھی قرار نہ ہو۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ انہیں اس زندہ قائم رہنے والے پاک کلام کے ذریعہ سے اس ورلی زندگی میں بھی ثبات بخشتا ہے اور آخرت کی زندگی میں بھی بخشے گا۔ اور ظالموں کو اللہ ہلاک کرتا ہے۔ اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ اسلام کا درخت پاک و زندہ و قائم و دائم ہے۔ اس کے ذریعہ سے ہمیشہ خدا رسیدہ لوگ پیدا ہوتے رہیں گے اور نجات پائیں گے۔ مگر باقی مذاہب میں وہ بات نہیں وہ روحانیت کے مفقود ہو جانے کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں۔ وہ کسی کا تعلق اس دنیا میں ہرگز خدا سے پیدا نہیں کر سکتے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے امرتسر میں پادری عبد اللہ آتھم صاحب اور ان کے ساتھیوں کے سامنے نشان نمائی میں مقابلہ کی دعوت دی مگر وہ اس طرف نہ آئے بلکہ صاف طور پر انکار کر کے عیسائیت کی موت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ چنانچہ پادری عبد اللہ آتھم نے اپنے جواب میں لکھا

"جناب کے کل کے مباحثہ کا جواب یہ ہے کہ ہم مسیحی تو پرانی تعلیمات کے لئے نئے معجزات کی کچھ ضرورت نہیں دیکھتے اور نہ ہم اس کی استطاعت اپنے اندر دیکھتے ہیں"

(جنگ مقدس صفحہ ۹۲)

اس انکار کے ساتھ یکطرفہ نشان کا مطالبہ کرتے ہوئے لکھا:-

"ہم نکتہ ... ایک خاص قدرت الٰہی دکھانے پر آمادہ ہو سکے ہم کو برائے مقابلہ بلاتے ... تو ہمیں دیکھنے سے گریز بھی نہیں یعنی معجزہ یا نشان"

(ایضاً)

جس پر ان کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے عبد اللہ آتھم والا نشان پیش کیا گیا جو اپنے دونوں پہلوؤں سے پورا ہوا اور عبد اللہ آتھم کی موت کے نشان نے اسلام کے زندہ مذہب اور عیسائیت کے مردہ مذہب ہونے کی شہادت دی

اب بھی اسلام میں عقلی و روحانی دلائل کے علاوہ قبولیت دعا کا نشان موجود ہے دونوں مذاہب کے منتخب نمائندے اپنے اپنے مذہب کی روحانی زندگی کا ثبوت ایک دوسرے کے مقابلہ میں قبولیت دعا سے پیش کریں۔ جس مذہب کے نمائندوں کی دعا اس مقابلہ میں سنی جائے وہی زندہ دین ثابت ہوگا۔ ہماری جماعت کے امام ہمام کی طرف سے ایسی دعوت دنیائے عیسائیت کو دی گئی ہے مگر تا حال ان کی جانب سے اس کے لئے آمادگی کا اظہار نہیں ہوا۔ پوپ تک خاموش ہیں۔ وہ اس روحانی مقابلہ کے لئے جماعت کی دعوت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ روحانی میدان سے الگ ہو چکے ہوئے ہیں اور ان کا مذہب ان کا ساتھ نہیں دے سکتا رہا وہ مردہ ہو چکا ہے اور اپنی روحانیت

سکو چکا ہے۔

ہم نے پادری پروفیسر سردار سلطان محمد پال افغانستانی کی داستان ان کی اپنی زبانی بڑی دلچسپی اور نہایت ہی غور و فکر کے ساتھ پڑھی ہے اور پوری دیانتداری کے ساتھ اس پر غور کر کے اس کا جواب دیا ہے اب عیسائی بھائیوں کا بھی فرض ہے کہ وہ بھی ہمارے جواب کو نیک نیتی و تدبّر سے پڑھ کر اس سے فائدہ اٹھائیں اور غلط باتوں کی اپنے ہاتھ سے تردید کر کے اسلامی صداقتوں کو قبول کریں۔ یہ کہنا کہ گناہ صرف توبہ سے ہی دور نہیں ہو سکتا، اس کے لئے کفارہ ضروری ہے، باطل ہے۔ توبہ اپنی جگہ ہے اور اعمالِ صالحہ اپنی جگہ۔ اور پھر کامل نجات کا حقیقی تصور کس نے پیش کیا عیسائیت کے کفارہ نے یا اسلام نے، یہ اپنی جگہ ہے۔ اسلام نے آکر کامل حقیقی توبۃ النصوح پیش کی ہے اعمال صالحہ اور نجات کا حقیقی و کامل تصور پیش کیا ہے جس کے سامنے عیسائیت کا نجات کا تصور بکفارہ بعنوان بن کر اڑ چکا ہے۔ کفارہ نے عیسائیوں کی بڑی منجدھار میں ڈبوئی ہوئی ہے اور ان کو کسی جگہ کا بھی نہیں رہنے دیا۔ جو مذہب کے پھلوں سے بالکل خالی ہے۔ ان میں ایک بھی ایسا نہیں جس کا تعلق مسیحیت کے ذریعہ سے خدا سے ہوا ہو اور اس کے پاس اس کا یقینی ثبوت موجود ہو اور وہ نشانات میں اہلِ اسلام کا مقابلہ کر سکے۔ جماعت احمدیہ کے بانی علیہ السلام نے عیسائیوں کو چیلنج پر چیلنج دیا۔ مگر کوئی سامنے نہ آیا۔ آتھم والا نشان اور ایسے ہی اور سینکڑوں نشانات دکھائے مگر ان میں سے کسی نے فائدہ نہ اٹھایا۔ یہ کہنا کہ دیگر اقوام کے افراد کا عیسائی ہونے کا سلسلہ اب بھی جاری ہے اور مسلمان بھی دھڑا دھڑ عیسائی ہو رہے ہیں بے معنی ہے کیونکہ عیسائیت کے اس انتشار کا سبب اس کی حقانیت اور روحانیت نہیں بلکہ اس کے ناجائز وسائل و اسباب ہیں جن کا حقیقتاً مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ان کے پیچھے سیاسی چالیں کام کر رہی ہیں اور مادی ذرائع ان کو دین کی طرف کھینچ رہے ہیں۔ ورنہ عیسائیت میں اسلام کے آنے سے ایک عرصہ پیشتر سے روح مفقود ہو چکی ہوئی ہے۔

خاں صاحب نے مسلمانوں کے اندر عیسائیت کے اثر و نفوذ کے اسباب کا بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ قرآن شریف بائیبل کو ام الکتاب مانتا اور اسی کا مصدّق ہے۔ اس کے جواب میں ہم اس جگہ صرف اس قدر مختصر جواب دینا ہی کافی سمجھتے ہیں کہ اگر ان کا یہ خیال درست ہوتا کہ قرآن شریف بائیبل کو سرتاپا سچا اور درست قرار دیتا ہے تو عیسائیت کے سینکڑوں

ہو جاتی اور مسلمانوں کا الگ عالمگیر معاشرہ قائم نہ ہوتا۔ اور نہ ہی عیسائیوں اور مسلمانوں سینکڑوں سال تک لڑائیاں ہوتیں اور نہ ہی قرآن کریم عیسائیوں کو ان کی بے راہ رویوں پر تنبیہ کرتے ہوئے ان کی ہلاکت کی پیشگوئیاں کرتا۔ ان حالات میں ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ ایران کے نفس کا نرا دھوکا ہی ہے۔ وہ تصدیق سے مراد وہ کچھ لے رہے ہیں جو قرآن کریم کی منشاء کے صریح خلاف ہے قرآن کریم تو یہ کہہ کر کہ میرے آنے سے تمہاری کتاب کی متعلقہ پیشگوئیاں سچی ثابت ہو گئی ہیں توجہ دلا رہا ہے کہ تمہیں مجھ پر ایمان لانا چاہیئے۔ اور آنے والے رسول کو مان کر اس کا ساتھ دینا چاہیئے کیا قرآن کریم کبھی یہ کر سکتا تھا کہ بائیبل میں انبیاء پر جو گندے الزامات اور تہمتیں لگا کر انکو بدنام کیا گیا ہے اور دنیا کے سامنے ایک گندی اور اخلاق سے گری ہوئی تہذیب پیش کی گئی ہے اسے درست قرار دے کر اس کی تائید و حمایت کر کے اخلاق کا معیار اور بھی گرا دیتا۔

دوسری بات جو خاں صاحب نے پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے بائیبل کے متعلق فرمایا ہے کہ اس کی تعلیم کامل و مفصل ہے۔ اور اس کی ہر بات ہدایت اور رحمت ہے۔ مگر یہ بھی ایک دھوکا ہے کہ جس چیز کو قرآن کریم نے آکر منسوخ قرار دیا اسے وہ پھر ہدایت اور رحمت قرار دے۔ بیشک سب انبیاء کی تعلیم ان کے زمانہ میں حسب ضرورت مکمل اور مفصل بھی تھی۔ اس سے کسی کو انکار نہیں۔ مگر وہ انسانی زندگی کے جملہ شعبوں پر حاوی نہ تھی۔ اور البتہ آئندہ ضرورتوں کے پیشِ نظر ایزادی اور مزید تفصیل کی گنجائش اور ضرورت باقی تھی۔ چنانچہ اس کا اظہار خود حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے فرما دیا تھا لکھا ہے :-

”مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔“

(یوحنا ۱۶ : ۱۲-۱۳)

حضرت بانی اسلام علیہ السلام نے آکر ان کی اس بات کی تصدیق کر دی اور اس کمی کو پورا کر دیا اور ان کو قبول کرنے کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے آپ کی اس تصدیق کو قبول نہ کیا۔

تیسری بات خاں صاحب نے یہ پیش کی ہے کہ قرآن کریم نے انجیل میں نصیحت و ہدایت و نور کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن خاں صاحب کی یہ بات بھی درست نہیں۔ اس نے

کہیں یہ نہیں فرمایا کہ متی۔ مرقس۔ لوقا اور یوحنا کی موجودہ اناجیل کی ان بولی ہوئی والی پیشگوئیوں کو جن کا تعلق حضرت بانی اسلام سے ہے نظر انداز کر کے آپ کو قبول کرنے کی بجائے ان اناجیل پر ہی تکیہ کر کے بیٹھے رہو۔ اور آنے والے موعود پیغمبر پر ایمان نہ لاؤ۔ کوئی عیسائی ہمیں اناجیل کے متعلق قرآن کریم کا کوئی ایسا بیان دکھلائے تو ہم بھی ان کی دیانتداری کے قائل ہو جائیں گے۔

اوپر والی تینوں باتیں لکھ کر خاں صاحب سوال کرتے ہیں کہ ایسی صورت میں قرآن شریف کی کیا ضرورت تھی؟ تو اس کے متعلق ہمارا جواب یہ ہے کہ نزولِ قرآن کریم کے وقت اہلِ کتاب اور غیر اہلِ کتاب میں ایک عالمگیر فتنہ و فساد پیدا ہو چکا تھا۔ اہلِ کتاب اور ان کی بائیبل اس کا مداوا کرنے سے عاجز و قاصر رہ گئے تھے۔ ان کی موجودگی میں عرب ہی کو دیکھ لو اس کی کیسی بدتر حالت تھی۔ آنحضرت صلعم اور قرآن کریم نے ان کی حالت ایک قلیل عرصہ میں یکسر بدل دی۔ اور ان میں انقلابِ عظیم پیدا کر دیا کہ چاروں طرف اخلاق حمیدہ اور روحانیت کا غلبہ ہو گیا۔ اور ایسی اصلاح فرمائی کہ جو صرف آپ کی ہی خصوصیت ہے۔ ایسی کامیابی کسی اور نبی کو حاصل نہ ہوئی تھی۔ اگر ہوئی تھی تو اس کا ثبوت پیش کیا جائے

رہا یہ امر کہ انجیل کی تعلیمات اس وقت تک قائم رہیں گی جب تک کہ مسیح آسمان سے نازل ہوں۔ اور یہ کہ ان کی بادشاہت کا کبھی خاتمہ نہ ہوگا۔ یہ ان کی ایک جھوٹی آرزو ہے۔ مسیح واقعۂ صلیب کے بعد طبعی طور پر وفات پا کر کشمیر میں ہمیشہ کے لئے آرام فرما رہے ہیں۔ ہاں ان کا بروزی نزول اس طرح ہو چکا ہے کہ جس طرح ایلیا کے نزول کی بجائے ان کے مثیل و بروز یحییٰ کا نزول مسیح کے فیصلہ کے مطابق روحانی طور پر ہوا تھا۔ اس لئے مسیح کی ذاتی آمد کا خیال ایک موہوم خیال ہے جو عیسائیوں کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ بلکہ ان کی کشمیر میں قبر کا پتہ اب کسرِ صلیب کا پورا پورا سامان بہم پہنچا رہا ہے اب اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا زمانہ ہے اور اس کا غلبہ یقینی و قطعی ہے جس کے سامنے اب عیسائیت کا ٹھہرنا محال ہے۔ وہ چاروں طرف اس کے سامنے لرزتی پھرتی ہے اور اس کا قصر متزلزل ہے۔

یہ کہنا کہ اب اور الہام یا الکتاب کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت، حضرت مسیح علیہ السلام کے یوحنا والے مذکورہ فرمان کے صریح خلاف ہے اور ان کی تکذیب ہے۔

خاں صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ دنیا کو حضرت مسیح کے علاوہ کوئی دوسرا منجی نہیں

دیا گیا۔ انہوں نے اعمال الرسل ۴ : ۱۲ کا حوالہ دیتے ہوئے یہ فقرہ نقل کیا ہے کہ

”آسمان کے تلے آدمیوں کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جس کے وسیلہ سے ہم نجات پا سکیں۔“

مگر اس کے متعلق ہمارا عیسائی بھائیوں سے یہ سوال ہے کہ مسیح کا اپنا کوئی الگ ہدایت نامہ نہ تھا۔ وہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تورات کے تابع اور پابند تھے۔ انہوں نے خود فرمایا ہے کہ

”یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں“

(متی ۵ : ۱۷)

پس جب وہ موسیٰؑ کی ہدایات کے پابند تھے تو موسیٰ کیوں منجی نہ ہوئے اور صرف مسیحؑ ہی منجی کیونکر ٹھہرے۔ ہاں یہ بیشک درست ہے کہ مسیح کے وقت وہ اکیلے ہادی اور راہنما تھے اور وہ بھی صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے نہ کہ دیگر اقوام کے لئے بھی۔ انہوں نے تو دیگر اقوام کو کتے کہہ کر دھتکار دیا۔ (متی ۱۵ - ۲۶) پھر وہ ان کے لئے منجی کیونکر ٹھہرے

خاں صاحب نے اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہ قرآن کریم انجیل کی تصدیق کرتے ہوئے اس پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے جا بجا اس پر ایمان لانے کا نتیجہ قرآن شریف کو رد ہی کرنا کیوں نہ ہو اس لئے کہ قرآن شریف بہت سے انجیلی حقائق کا منکر ہے۔ گویا ان کو حکم ہے کہ دو نقیضوں پر ایمان لائیں ”

(ایضاً صـ۵۲)

مثل مشہور ہے کہ بلی تھیلے سے باہر آگئی یہی حالت خاں صاحب موصوف کی ہے۔ کہ انہوں نے یہ لکھتے ہوئے کہ قرآن کریم انجیل کا مصدق ہے اسے کلیتہً ہدایت مانتا ہے یہ تسلیم کر لیا کہ یہ بات درست نہیں۔ بلکہ قرآن کریم بہت سے امور کا انکار کرتا ہے۔ لہٰذا قرآن کریم کے نزدیک انجیل کو جو پوزیشن حاصل ہے وہ اس سے ظاہر ہے۔

خاں صاحب نے لکھا ہے کہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ انجیل جلیل ہی آخری الہام ہے۔ اور آنحضرت کے لئے یہ دعویٰ کرنے کا کوئی موقع نہیں رہتا کہ میں خاتم النبیین ہوں“ مگر خاں صاحب نے اس کے لئے انجیل کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا کہ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ انجیل آخری الہام ہے۔ اور اس کے بعد کوئی اور نبی نہ آئیگا ہم تو اس کے برخلاف یہ دیکھتے ہیں کہ انجیل جو کہ بقول خاں صاحب حضرت مسیح کا ”پیغام“ ہے۔ بتاتی ہے کہ حضرت مسیح کے بعد ”وہ نبی“ آئے گا۔ جس کا ذکر یوحنا میں دیا گیا ہے

اور جس کی پیشگوئی ان سے قبل دیگر انبیاء بنی اسرائیل نے بکثرت کی ہے ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے اس کشف میں جو یوحنا عارف کے نام مشہور ہے ان کے بعد آنے والے دو نبیوں کی پیشگوئی باب ۴ اور باب ۱۰ میں الگ الگ اور پھر باب ۱۱ میں اکٹھی بیان فرمائی ہے لکھا ہے

"میں اپنے دو گواہوں کو اختیار دوں گا اور وہ ٹاٹ اوڑھے ہوئے ایک ہزار دو سو ساٹھ دن نبوت کریں گے یہ وہی زیتون کے دو درخت اور دو چراغدان ہیں جو زمین کے خداوند کے سامنے کھڑے ہیں اور اگر کوئی انہیں ضرر پہنچانا چاہتا ہے تو ان کے منہ سے آگ نکل کر ان کے دشمنوں کو کھا جاتی ہے۔ اور اگر کوئی انہیں ضرر پہنچانا چاہے گا تو وہ ضرور اس طرح مارا جائے گا۔ ان کو اختیار ہے کہ آسمان کو بند کر دیں تاکہ ان کی نبوت کے زمانہ میں پانی نہ برسے ......"

(مکاشفہ یوحنا ۱۱: ۳ تا ۶)

اس پیشگوئی کے مطابق اوّل آنحضرت صلعم کو خدا تعالیٰ نے شجرۂ زیتون کے نام سے پکارا اور آپ کو نُورٌ علیٰ نُورٍ کہہ کر ڈبل نور قرار دیا اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دوسرے شجرۂ زیتون کے مطابق مبعوث فرما کر آپ کو دوسرا نور قرار دیا اور پیشگوئی کے مطابق دونوں کو اپنی طرف سے حفاظت کا وعدہ دے کر حفاظت کر کے دکھائی اور مذکورہ وارننگ کے مطابق ان کے جانی دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

ہم نے خان صاحب کے ارشاد کے مطابق ان کا مقالہ پورے غور و تدبر کے سے پڑھ کر جواب لکھا ہے۔ اور عیسائی بھائیوں سے دردمندانہ التماس ہے کہ وہ بھی ہمارا جواب صحتِ نیت اور تدبر و غور سے ملاحظہ فرمائیں اور ان حقائق کو تسلیم کر کے آنحضرت صلعم اور قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائیں اور بکھیڑوں کو ختم کر کے خدائی برکات پاویں نری دنیا کما کر انہوں نے اس کا حشر دیکھ لیا ہے۔ اور مزید تباہی کے سامان سر پر منڈلا رہے ہیں۔ پیشتر اس کے کہ وہ دن آ وے کہ وہ تباہی "قیامت" بن کر ان پر گرے۔ وہ خدا تعالیٰ کی آغوش میں آ جائیں۔ خدا تعالیٰ ان کے دلوں کو کھولے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خان صاحب کے علاوہ محترم مدیر صاحب "صدا" لکھنؤ نے ضرورتِ قرآن کریم کے دلائل پر جو جرح کی ہے اس کا جائزہ بھی ہم پیش کر رہے ہیں

مدیر صدا نے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ (آل عمران) کہ قرآن کریم کی ضرورت یہ تھی کہ وہ مذاہب کے اختلافات کا فیصلہ کرے

اس پر یہ جرح کی ہے کہ اس میں صرف یہود کا ذکر ہے نہ کہ جملہ مذاہب کا۔ مگر قرآن کریم نے اس جگہ یہود کی تخصیص نہیں فرمائی کسی دوسرے کا اپنا خیال یہاں کام نہیں دے سکتا۔

ایسا ہی مدیر صدا نے وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ کہ تو لوگوں کے لئے ان کے اختلافات کو کھول کر بیان کرے۔ پر یہ تبصرہ کیا ہے کہ تراجم سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم صرف اہل مکہ و اہل مدینہ اور یہود و نصاریٰ کے مذہبی اختلافات کا فیصلہ کرنے کے لئے نازل ہوا۔ لیکن تمام مذاہب کے پیروؤں کے اختلافات کا فیصلہ کرنے کا دعویٰ نہ تو قرآن کو ہے اور نہ قرآن میں مندرج بیانات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے"۔ لیکن مدیر محترم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ قرآن کریم کی دعوت صرف اہل مکہ و اہل مدینہ یا اہل عرب اور یہود و نصاریٰ تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کی دعوت عام ہے جیسا کہ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا اور قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا سے ظاہر ہے۔ اور یہ بات نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ سے کہ جمیع بنی نوع نسل انسانی کو خطاب ہے نہ کہ صرف اہل عرب ہی کو چنانچہ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ اور وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ آیات بھی اس کی تائید کر رہی ہیں۔ اور اگر کسی جگہ خصوصیت سے کسی ایک قوم یا ملک کا ذکر ہو تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ باقی دنیا کے لوگ اس کے مخاطب نہیں

مدیر صدا کا یہ کہنا کہ مسلمان قرآن کریم کو آسمان سے براہِ راست نازل شدہ کتاب مانتے ہیں اسے پہلی مذہبی کتب سے بلکہ تاریخ انسانی سے بھی غیر متعلق سمجھتے ہیں۔ اس صورت میں قرآن کریم کس طرح تمام مذاہب کے پیروؤں کے اختلافات کا جو تاریخ کی پیداوار ہوتے ہیں فیصلہ کرنے کا دعویٰ کر سکتا ہے (رسالہ صدا ص۲)

یہ اس لئے درست نہیں کہ قرآن گو خدا تعالیٰ کا الہام و کلام ہے مگر خدا تو دنیا کی تاریخ سے بخوبی آگاہ ہے۔ بیشک آنحضرت صلعم دنیا کی تاریخ سے آگاہ نہ ہوں مگر خدا تعالیٰ تو آپ کو اس سے آگاہ کر سکتا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے اقوامِ عالم کی تاریخ کو پیش نظر رکھ کر ان کے عبرتناک حالات کو پیش کر کے تنبیہ فرمائی ہے اور فرمایا اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ خدا تعالیٰ اقوامِ عالم کی تاریخی پوزیشن سے بے خبر نہیں کہ وہ آپ کو اس سے اطلاع نہ دے سکے۔ اس نے جا بجا قرآن کریم میں تاریخ کا اعادہ کر کے بتایا ہے کہ اب پھر تاریخ عالم اپنے آپ کو دہرانے والی ہے۔ اور پھر وہی حالات پیش آنے والے ہیں جو پہلے ان کو پیش آ چکے ہیں عیسائی بھائیوں کے نزدیک جب بائیبل کی سب پیشگوئیاں صرف مسیح ہی کے لئے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی پیشگوئی آنحضرت صلعم کے لئے نہ تھی تو آئندہ ہونے والے اس تاریخی سانحہ کی خبر آپ کو خدا تعالیٰ کے سوا کس طرح معلوم ہو سکتی تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف آپ کو اس کی اطلاع خدا تعالیٰ سے ملی بلکہ خدا تعالیٰ نے اس آئندہ ہونے والے تاریخی سانحہ کا ڈرامہ دنیا کو دکھا بھی دیا۔

پس باوجود اس کے کہ قرآن کریم الہامی کتاب ہے وہ تاریخ سے بھی گونہ تعلق رکھتی ہے۔ وہ اس سے بیگانہ نہیں۔ اور جبکہ وہ تاریخ کے ضروری گوشوں سے بھی کما حقہ آگاہ ہے تو اس کے لئے تمام مذاہب کے پیروؤں کے اختلافات کا فیصلہ کرنا کونسا دشوار امر ہے اور پھر اس نے ان اختلافات کا فیصلہ کر کے بھی دکھا دیا ہے۔ جو کہ قطعی و یقینی ہے۔ اہل مذاہب اس کے اس فیصلہ کی طرف گو متوجہ نہیں ہو رہے مگر اب وقت آ رہا ہے کہ ان کو ماننا پڑے گا کہ واقعی ان کے اختلافات کی نوعیت شدید تھی اور قرآن کریم کا فیصلہ قطعی و ناطق تھا۔ جس کی طرف سے انہوں نے غفلت برت کر نقصان اٹھایا۔

آپ کا چندہ اخبار بدر ختم ہے

مندرجہ ذیل خریداران اخبار بدر کا چندہ ماہِ فتح ۱۳۴۸ ہش (دسمبر ۱۹۶۹ء) میں کسی تاریخ کو ختم ہو رہا ہے۔ ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنا اپنا چندہ فہرست میں ایک سال کا چندہ مبلغ آٹھ روپے بھجوا کر ممنون فرما دیں۔ تاکہ ان کے نام اخبار جاری رہ سکے۔ اگر ان کی طرف سے چندہ وصول نہ ہوا تو چندہ ختم ہونے کی تاریخ کے بعد ان کے نام اخبار کی ترسیل بند کر دی جائے گی۔

امید ہے کہ اخبار کی افادیت کے پیش نظر تمام احباب جلد رقم ارسال کر کے ممنون فرما دیں گے ان احباب کو بذریعہ خط بھی اطلاع دی جا رہی ہے۔

مینجر بدر قادیان

خریداری نمبر	نام
۱۰۰۳	مکرم ڈاکٹر سید حمید الدین صاحب
۱۰۱۶	″ میسرز احمدی اینڈ کو
۱۰۱۸	″ ایم کمال الدین صاحب
۱۰۲۸	″ محمد عبد الغنی صاحب
۱۰۴۰	″ سید برکات احمد صاحب
۱۰۴۹	″ عبد الرحمٰن صاحب
۱۰۵۴	″ خواجہ محمد صدیق صاحب ثانی
۱۱۱۵	″ خدیجہ بیگم صاحبہ
۱۱۲۶	″ حکیم محمد رمضان صاحب
۱۱۳۲	″ سید داؤد احمد صاحب
۱۱۴۶	″ محمد حنیف صاحب
۱۱۵۹	″ عبد الکریم صاحب الیاس برنی
۱۱۷۴	″ امیر خاں صاحب
۱۱۷۵	″ انچارج ریڈنگ روم
۱۱۷۶	″ مسجد احمدیہ راجہ والی
۱۱۷۷	″ میاں احسن الٰہی صاحب
۱۱۹۵	″ سید محمد عاشق حسین صاحب

خریداری نمبر	نام
۱۲۰۲	مکرم سید کمال الدین صاحب
۱۲۸۰	″ سید فضل احمد صاحب
۱۲۹۵	″ عبد القیوم صاحب
۱۳۰۳	″ قریشی محمد سلیمان صاحب
۱۳۵۷	″ محمد شمس الدین حیدر صاحب
۱۴۰۱	″ ایس کے بخش صاحب
۱۴۱۴	″ میاں محمد بشیر صاحب سہگل
۱۴۱۸	″ میاں عبد المجید صاحب
۱۴۲۰	″ محمد سعید صاحب
۱۴۲۱	″ محمد احمد صاحب سولیجہ
۱۴۲۲	″ عبد السلام صاحب
۱۴۲۴	″ حاجی بشیر احمد صاحب
۱۴۴۶	″ ایم محمد ایوب صاحب
۱۴۷۶	″ بشیر الدین احمد صاحب
۱۶۳۸	″ الحاج سیٹھ محمد معین الدین صاحب
۱۸۱۰	″ مختار احمد صاحب
۱۸۵۵	″ سارہ بی بی صاحبہ

ششماہی اوّل کا اختتام !

اور احبابِ جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کا فرض !

سالِ رواں کی مالی ششماہی اول گزر چکی ہے لیکن بجٹ کے لحاظ سے متعدد جماعتوں کی طرف سے لازمی چندہ جات میں آمد کم ہوئی ہے اور بعض جماعتیں ایسی بھی ہیں کہ جن کی طرف سے وصولی اب تک برائے نام ہے۔

نظارت بیت المال کی طرف سے ہر ماہ لازمی چندہ جات اور دوسری طوعی تحریکات کے وعدوں کی سو فیصدی وصولی کے لئے احبابِ جماعت و عہدیداران کو اخبار بدر و سائیکلوسٹائل تحریکات اور مرکزی نمائندوں کے ذریعہ سے توجہ دلائی جاتی رہی ہے۔

مالی تحریکات کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ

"خدا کی رضا کو تم پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا کو چھوڑ کر، اپنی عزت کو چھوڑ کر اپنے مال کو چھوڑ کر، اپنی جان کو چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھا لوگے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے۔ اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تمہارے لئے کھولے جائیں گے"

پھر فرمایا کہ :-

"یہ دین کے لئے اور دینی اغراض کے لئے خدمتِ دین کا موقعہ ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو۔ یہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔"

اسی طرح حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ :-

"اپنے چندوں کو بڑھاؤ اور خدا کی رحمت کو کھینچو۔ جتنا چندہ تم دوگے اس سے ہزاروں گنا نہیں لے گا۔ اور دنیا کی ساری دولت کھینچ کر تمہارے قدموں میں ڈال دی جائے گی۔ جس کے متعلق تمہارا فرض ہوگا کہ سلسلہ احمدیہ کے لئے خرچ کرو۔ تاکہ دنیا کے چپہ چپہ پر مبلغ بھجوائے جائیں۔ اور ساری دنیا میں اسلام پھیل جائے۔ اور دنیا کی ساری حکومتیں اسلام میں داخل ہو جائیں۔ آپ کو یہ بات بڑی معلوم ہوتی ہوگی مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑی نہیں۔"

پس مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں جملہ عہدیداران جماعت کو چاہیئے کہ وہ اپنے حلقہ میں نہ صرف سو فیصدی وصولی لازمی چندہ جات، اور بقایا جات کے لئے مؤثر کارروائی کریں۔ اور ششماہی اول کی وصولی کی کمی کو پورا کریں بلکہ طوعی تحریکات میں بھی زیادہ سے زیادہ وصولی کر کے مرکز میں بھجوا کر فرض شناسی کا ثبوت دیں اور خدا کے خاص فضلوں کے وارث بنیں۔

چندہ جلسہ سالانہ

جلسہ سالانہ میں اب صرف دو ماہ باقی رہ گئے ہیں احبابِ جماعت کو چاہیئے کہ اس چندہ کی سو فیصدی ادائیگی کی طرف بھی فوری توجہ فرما دیں

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور زیادہ سے زیادہ خدمتِ سلسلہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ناظر بیت المال قادیان

ضروری اعلان

برائے

قافلہ جلسہ سالانہ ربوہ دسمبر ۱۹۶۵ء

جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کے جن احباب کے نام قافلہ جلسہ سالانہ ربوہ دسمبر ۱۹۶۵ء کی فہرست میں شامل کئے گئے ہیں ان کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ جن جن دوستوں کو پاسپورٹ مل جائیں وہ پاسپورٹ ملتے ہی قادیان میں نظارت امور عامہ کو ارسال کر دیں۔ اور پاسپورٹ سائز کے تین عدد فوٹو بھی پاسپورٹ کے ساتھ ہی بذریعہ رجسٹری ارسال کریں۔

اس کے علاوہ فی پاسپورٹ پچیس ۲۵ روپیہ بطور فیس محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام ارسال کریں جس کے ساتھ یہ وضاحت ہو کہ یہ رقم نظارت امور عامہ کی امانت "پ" میں جمع کی جائے۔ یا لکھا جائے کہ یہ رقم پاسپورٹ کے لئے ہے۔

جملہ عہدیدارانِ جماعت و مبلغین کرام کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس اعلان کو تمام دوستوں تک بار بار پہنچا کر ممنون فرما دیں۔

ناظر امور عامہ قادیان

اداریہ

بقیہ صہ ۲

جو عاشقِ صادق کے دل میں ہوتی ہے اور وہ یہ جانتا ہو کہ اپنے رب سے تعلق قائم کئے بغیر میری زندگی بے معنی اور لایعنی ہے۔ اور وہ یہ سمجھتا ہو کہ میری زندگی کا مقصد صرف اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ میرے ساتھ حسنِ سلوک کرے مجھ پر تین احسان کرے۔ ایک تو وہ میری حفاظت کی ذمہ داری لے لے۔ دوسرے وہ ہر وقت میری نصرت اور مدد کے لئے تیار رہے نیز (سوم) ہر وقت اپنی رحمتوں سے مجھے نوازتا رہے۔ پس یہ ایک بڑی کامل دعا ہے۔ یہ ہمیں سچی توحید سکھاتی ہے۔ یہ ہمیں بتاتی ہے کہ کوئی مضرت کوئی دکھ کوئی ایذا ہمیں نہیں پہنچ سکتی نہ انسانوں کی طرف سے نہ اشیائے مخلوقہ کی طرف سے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو اور کوئی نفع ہمیں حاصل نہیں ہو سکتا جب تک اس کی مرضی نہ ہو۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس دعا کو پڑھتا رہے گا وہ ہر ایک آفت سے محفوظ رہے گا۔ اس لئے میں آج اس دعا کا مختصر مفہوم بیان کرنے کے بعد اپنے دوستوں کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کثرت کے ساتھ اس دعا کو پڑھیں تا وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجائیں۔ تا خدا ہر وقت ان کے ساتھ ان کی مدد اور نصرت کے لئے کھڑا رہے۔ اور اس کی رحمت ان کو اس طرح گھیرے جس طرح نور اس چیز کو چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ کرے کہ وہ نور کے ہالہ کے اندر آجائے۔"